مَاشَاءَ اللہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ

الحمد للہ والمنہ کہ رسالہ

غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح

حسب الحکم مولینا مفتی عبد اللطیف صاحب رحمانی

باہتمام منشی سراج الدین احمد رحمانی پرنٹر و پبلشر

مطبع رحمانیہ مونگیر میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ الراشدین المہدیین وعلی تابعیہم وتبعہم المجتہدین الی یوم الدین اما بعد خاکسار خیر خواہ انام **محمد علی** بن عبد العلی غفر اللہ لہ ولوالدیہ بھائی مسلمانون کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ اس زمانہ مین بسبب قرب قیامت کے احیاء سنت نبوی کا نام ونشان اٹھ گیا۔ اور اتباع سیرت صحابہ کا اثر تک باقی نہ رہا۔ علما کا یہ حال ہے کہ ضروریات دینی کو ترک کرتے ہین رات دن بحث لا یعنی پر مرتے ہین اور پھر اس پر بھی اکتفا نہین کرتے بلکہ سنت ہدیٰ جو کہ نیست و نابود ہوجانا چاہتے ہین۔ جب خواص کی یہ حالت ہے تو عوام کی کیا شکایت افسوس صد افسوس۔ ایک وہ لوگ تھے جنھون نے اشاعت سنت مین کس قدر عرق ریزی کی اور جانفشانی اٹھائی اور ایک یہ ہین کہ اسکے مٹانے پر مستعد ہین چنانچہ آجکل یہ امر ظہور مین آیا کہ نماز تراویح جسے بارہ سو برس سے تمام اہل سنت وجماعت پڑھتے آتے ہین [illegible] کا رواج رہا ہے [illegible] بعض علما [illegible] کو ترک کرتے ہے اگرچہ انھون نے [illegible] پر فتوی [illegible]

قدر کیا کہ اُس کی عظمت اور تاکد کو عوام کی نگاہون سے گرا دیا فقط اتنی بات کہکر کہ
تراویح ایک امر مستحب ہے کچھ سنت نہین اور اُس پر ثمرہ اسقدر تو ہوا کہ بعض جاہلون نے
بیس رکعت چھوڑکر آٹھ پڑہنا شروع کین اور وہ آٹھ پڑھنے کا بھی سبب یہ ہے کہ اونکے
ذہن مین وہ آٹھ رکعات سنت موکدہ ہین یہ اُنھین معلوم نہین کہ بعض علما نے ہمپر
بڑا احسان کیا کہ بالکل بوجھ ہمارے سر سے اوٹھا دیا یعنی فرما دیا کہ جیسے بیس رکعت سنت
نہین ویسا ہی آٹھ بھی سنت نہین اور کیونکر نہوتا اس زمانہ مین طبیعتین امور شرعیہ سے
چھوڑنے کے لئے نہایت حیلہ جو ہین اُن کے ترک کے لئے استحباب بھی حیلہ ہے جب
کسی امر مستحب کے کرنے کو کہو تو جواب دیتے ہین کہ مستحب تو بہت سے امور ہین ہم کب
ہو سکتے ہین فرض وسنت ادا ہو جائے تو بھی غنیمت ہے جب یہ حال مین نے دیکھا تو عزم
بالجزم ہوا کہ اس سنت سنیہ کے اثبات مین کوئی رسالہ تحریر کرون مگر عدم میسر اسباب
اور خوف مجادلین مانع ہوتا تھا اور محض سکوت بھی مناسب نجانا جس قدر اسباب بہم
پہنچا اُسی پر اکتفا کی طالب حق کے لئے اسی قدر کافی ہے اور ناحق کوش کے لئے کسیقدر
بھی وافی نہین لہذا یہ رسالہ تحریر کیا اور **غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح** اسکا نام
رکھا اور تین فصلون پر منقسم کیا **فصل اول در بیان معنی سنت** لغت مین
سنت کے معنی مطلق طریقہ اور عادت کے ہین خواہ نیک ہو یا بد ہو اور مستحب کے معنی
محبوب اور مرغوب کے ہین اور شرع مین طریقہ حسنہ مسلوکہ فی الدین کو کہتے ہین مگر وہ
طریقہ فرض و واجب نہو اور اوس کی دو قسمین ہین ایک سنت موکدہ کہ اُسی سنت ہدی
بھی کہتے ہین دوسری مستحب کہ اُسے سنت زائدہ اور مندوب بھی کہتے ہین حنفیہ کے
نزدیک یہ تعریف عام ہے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہ دونون کو
شامل ہے اور طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ دونون منقسم ہین طرف سنت
موکدہ اور سنت زائدہ کے جیسا کہ کتب اصول اور فقہ سے اسکے شواہد نقل کیے جاتے ہین

تبیین شرح حسامی مین ہو قوله السنة الطريقة المسلوكة في الدين اعلم ان السنة في اللغة هي الطريقة المطلقة حسنة كانت او سيئة (الى ان قال) وفي عرف الشرع يراد بها الطريقة الدين اما للرسول عليه السلام او للصحابة حتى يقال سنة الرسول صلعم او سنة الخلفاء الراشدين و لا يختص مطلق السنة بسنة الرسول صلعم خلافا للشافعيؒ قال القاضي ابو زيد ويحتمل انه لم يبلغه استعمال السلف اطلاق السنة على طريقة العمرين والصحابة لانه كان بعد ابي حنيفة بقرنين او بقرن قوله وحكمه ان يطالب المرء باقامتها ويعاقب على تركها لانه لا يخلو اما ان يكون طريقة الرسول عليه السلام او الصحابة وكل واحدة من الطريقين امرنا باحيائها ونهينا عن اماتتها انتهى اس عبارت سے مثل آفتاب نیم روز کے روشن ہے کہ جس طرح طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت مؤکدہ ہوتا ہے اوسی طرح طریقہ صحابہ بھی سنت مؤکدہ ہوتا ہے اور جیسے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امت مطالب ہے اور تارک اُسکا معاتب ویسا ہی سنت صحابہ سے بھی مطالب اور تارک اُسکا معاتب **شرح تحریر مولانا بحر العلوم** مین ہو اما السنة فهي الطريقة الدينية منه صلى الله عليه وسلم او الخلفاء الراشدين ابي بكر وعمر وعثمان وعلى رضوان الله عليهم او لبعضهم والمقصود انها الطريقة المستقرة التي لم تترك الا احيانا وليست بالوجوب وهي منقسمة الى قسمين الاول سنة الهدى وهي السنة التي واظب عليها النبي صلى الله عليه وسلم من حيث العبادة وحكمها ان تاركها بلا عذر مضل ملوم ومحروم الشفاعة في العقبى وهي كالاذان والجماعة وانت تعلم ان مواظبة النبي صلعم على الاذان لم تثبت فينبغي ان يراد اعم من ان يكون

الطریقۃ المستمرۃ فی الدین منہ صلی اللہ علیہ وسلم بان باشرہ اولا بان استمر الناس علیہا باذنہ صلی اللہ علیہ وسلم او باذن الخلفاء انتہی۔ مولینا کی تحریر سے ظاہر ہوا کہ مواظبت باذن خلفا موجب سنیت ہوا ور جب مواظبت بالاذن موجب سنیت ہوئی تو مواظبت بنفسہ بطریق اولیٰ موجب ہوگی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو تعریف سنت میں فقط ما واظب علیہ النبی صلعم پر اکتفا کرتے ہیں انکی غرض[له] مواظبت سے عام ہو خواہ مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا مواظبت خلفائے راشدین ہو بنفسہ یا بالاذن **اصول شاشی** میں ہو والسنۃ عبارۃ عن الطریقۃ المسلوکۃ المرضیۃ فی باب الدین سواء کانت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او من اصحابہ قال علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیہا بالنواجذ وحکمہا ان یطالب المرء باحیائہا ویستحق الملامۃ بترکہا الا ان یترکہا بعذر انتہی۔ **تحقیق شرح حسامی** میں ہو السنۃ لغۃً الطریقۃ مرضیۃ او غیر مرضیۃ وھی فی الشریعۃ اسم للطریقۃ الحسنۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر افتراض ولا وجوب کما اشار الشیخ فی بیان الحکم سواء سلکہا الرسول علیہ السلام او غیرہ ممن ھو علم فی الدین وحکمہا کذا قال شمس الائمۃ ای حکم السنۃ ھو الاتباع فقد ثبت بالدلیل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متبع فیما سلک من طریق الدین وکذا الصحابۃ بعدہ لانہا طریقۃ امرنا باحیائہا لقولہ تعالیٰ لقد کان فیہم اسوۃ حسنۃ ولقولہ عز اسمہ وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ولقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی الخ والاحیاء فی الفعل فترک الفعل یستوجب

له کیونکہ تعریف سنت میں مواظبت کو خاص کرکے پیراس سے مراد عام لی ہے اور مواظبت خلفا کو شامل کیا گیا ہے لعدم کے ... بہ اد انو ۱۲

الملامة اى الملامة فى الدنيا وحرمان الشفاعة فى الآخرة وذكر ابو اليسر
واما حكم السنة فهو ان كل فعل واظب عليه الرسول صلى الله عليه وسلم
مثل التشهد فى الصلوة والسنن الرواتب يندب الى تحصيله ويلام
على تركه مع لحوق اثم يسير وكل فعل لم يواظب عليه رسول الله عليه
السلام بل تركه فى حالة كالطهارة لكل صلوة وتكرار الغسل فى اعضاء
الوضوء والترتيب فى الوضوء فانه يندب الى تحصيله لكن لا يلام
على تركه ولا يلحق بتركه وزر اما التراويح فى رمضان فانها سنة الصحابة
رضى الله عنهم اذ لم يواظب عليها الرسول صلى الله عليه وسلم بل واظب
عليها الصحابة رضى الله عنهم وهى مما يندب الى تحصيله ويلام على
تركه ولكنها دون ما واظب عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فان
سنة النبى صلعم اقوى من سنة الصحابة رضوان الله عليهم قال ابو اليسر
هذا عندنا واصحاب الشافعى يقولون السنة فعل واظب عليه النبى
صلى الله عليه وسلم واما الفعل الذى واظب عليه الصحابة فليس بسنة وهو
على اصلهم مستقيم فانهم لا يرون اقوال الصحابة حجة فلا يرون افعالهم ايضا
سنة وعندنا اقوالهم حجة فيكون افعالهم سنة انتهى علامہ عبدالعزیز بخاری
کی تحقیق سے ظاہر ہوا کہ سنت رسول خدا و طریقہ خلفا دونوں کی اتباع کا حکم ہے اور
تارک فعل رسول اللہ یا خلفا لائق ملامت ہے اور یہی سنت کا مآل ہے **کشف بزدوی**
میں ہے حکم السنة هو الاتباع فقد ثبت بالدليل ان رسول الله عليه السلام
متبع فيما سلك من طريق الدين وكذا الصحابة بعده رضوان الله عنهم وهذا
الاتباع الثابت بمطلق السنة خال عن صفة الفرضية والوجوب الا ان يكون
من اعلام الدين نحو صلوة العيد والاذان والصلوة بالجماعة فان ذلك

بمنزلة الواجب على ما بيناه بعد وذكر ابو اليسر واما السنة فكل فعل واظب
عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل التشهد في الصلوة والسنن
الرواتب حكمها انه يندب الى تحصيلها ويلام على تركها مع لحوق اثم يسير
وكل فعل لم يواظب عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بل تركه في حالة
كالطهارة لكل صلوة وتكرار الغسل في اعضاء الوضوء والترتيب في الوضوء فانه
يندب الى تحصيله ولاكن لا يلام على تركه ولا يلحقه بتركه وزر واما التراويح
في رمضان فانها سنة الصحابة رضي الله عنهم اذ لم يواظب عليها رسول الله
صلى الله عليه وسلم بل واظب عليها الصحابة رضي الله عنهم وهي مما يندب
الى تحصيله ويلام على تركه ولكنها دون ما واظب عليه رسول الله صلى الله عليه
وسلم فان سنة النبي صلى الله عليه وسلم اقوى من سنة الصحابة الخ انتهى
کشف بزدوی اور تحقیق شرح حسامی سے ظاہر ہوا کہ امام ابو الیسر کے نزدیک مواظبت
صحابہ موجب سنیت ہے گرچہ اس کا تارک کم ہو سنت رسول اللہ سے اور تارک اسکا گنہگار ہے
کیونکہ تارک سنت صحابہ کو مستحق ملامت قرار دیا اور ظاہر ہے کہ بدون ارتکاب معصیت
ہرگز قابل ملامت نہیں ہوسکتا چنانچہ خود ہی امام موصوف نے تصریح کردی ہے پس ان
تصریحات سے ظاہر اور مویدا ہوا کہ علماء اصول کے نزدیک فعل رسول اللہ اور فعل صحابہ دونوں
مسنون ہیں اور تارک سنت رسول اللہ یا طریقہ صحابہ دونوں آثم و گنہگار ہیں اور تعجب ہے
ان حنفیہ سے کہ تارک سنت صحابہ کو آثم نہیں کہتے باوجودیکہ تقلید صحابہ محققین حنفیہ کے نزدیک
واجب ہے تحقیق شرح حسامی میں ہے لا خلاف ان مذهب صحابي اماما كان
او حاكما او مفتيا ليس بحجة على صحابي اخر انما الخلاف في كونه حجة على التابعين
ومن بعدهم من المجتهدين فقال ابو سعيد البردعي وابو بكر الرازي في بعض
الروايات وجماعة من اصحابنا انه حجة وتقليده واجب يترك القياس بقوله و

بمذ هبه القياس وهو مختار الشيخين وابي اليسر والمصنف وهو مذهب مالك واحمد بن حنبل في احدى الروايتين والشافعي في قوله القديم انتهى

توضیح میں ہے فصل في تقليد الصحابي يجب اجماعاً فيما شاع فسكتوا مسلمين ولا يجب اجماعاً فيما ثبت الخلاف بينهم واختلف في غيرها وهو ما لم يعلم اتفاقهم ولا اختلافهم انتهى الحاصل جب محققین وجوب تقلید صحابہ کے قائل ہیں تو پھر تارک سنت صحابہ کیونکر گنہگار نہ ہوگا اس امر میں صاحب مدا بھی ہمارے موافق ہیں کہ اصولیین حنفیہ کے نزدیک مواظبت خلفا موجب سنیت ہے[له] چنانچہ امداد السنۃ کے صفحہ ۴۵ سے ظاہر ہے الحمد للہ علی ذلک اور فقہاے حنفیہ کی تعبیرات تعریف سنت میں مختلف ہیں اور بالفاظ عدیدہ بیان مطلب کرتے ہیں اور اگر تامل اور فکر کیا جائے تو باعتبار امر متنازع فیہ کے ماحصل سب کا واحد معلوم ہوتا ہے اور بسبب اختلاف اغراض اور مطمح انظار کے تعبیرات مختلف ہیں بعض میں فعل صحابہ کے سنت ہونیکی تصریح ہے اور بعض میں اطلاق ہے نہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح اور نہ فعل صحابہ کرام کا بیان اور بعض میں ظاہرا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص ہے اور محققین نے اس تعبیر کو ناقص قرار دیا ہے اب یہاں چند تعبیریں بطور نمونہ کے بیان ہوتی ہیں۔ **از انجملہ** ما قال العلامة الشامي في حاشيته على الدر المختار رد المحتار وبلا منع الترك ان كان مما واظب عليه الرسول صلى الله عليه وسلم والخلفاء الراشدون من بعده فسنة والا فمندوب ونفل والسنة نوعان سنة الهدى وتركها يوجب اساءة وكراهة كالجماعة والاذان ونحوهما وسنة الزوائد وتركها لا يوجب ذلك الخ وقال ايضاً في كتاب الصوم قدمنا في بحث سنن الوضوء تحقيق الفرق بين السنة والمندوب ان السنة ما واظب عليه النبي صلى الله عليه وسلم

له عبارت اسکی یہ ہے جس پر خلفاء نے مواظبت فرمائی ہو اسکو اصولیین حنفیہ البتہ سنت کہتے ہیں لیکن فقہاء حنفیہ اسکو سنت نہیں کہتے۔ انتہی ۱۲ منہ

او خلفاء من بعدہ وھی قسمان سنۃ الھدی وسنۃ الزائد انتہی ملخصا
جس شخص کو ادنی ما سکہ بھی علم سے ہو وہ خوب جان لیگا کہ صاحب ردالمحتار نے فعل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہ دونوں کو منقسم کیا ہی طرف سنت زائدہ اور
سنت مؤکدہ کے کیونکہ مطلق مواظبت کے شامل ہی مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اور مواظبت خلفا کو سنت قرار دیا اور پھر سنۃ معرف باللام لاکر اُسی سنت
کی تقسیم[له] کی طرف سنت مؤکدہ اور زائدہ کے وایضًا[۲] فی السراج الوھاج ھی فی الشرع
ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم او واحد من اصحابہ
ولو جرا لعبد علی اتیانہ ویلام تارکھا وھی یتناول القولی والفعلی انتہی
وایضًا[۳] فی الجوہرۃ النیرہ السنۃ فی اللغۃ ھی الطریقۃ سواء کانت مرضیۃ
او غیر مرضیۃ وفی الشرع عبارۃ عما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم او واحد من الصحابۃ ویوجر العبد علی اتیانھا ویلام علی
ترکھا ویتناول القولی والفعلی انتہی اس تعریف سے بھی ظاہر ہی کہ مواظبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مواظبت صحابہ دونوں موجب سنیت ہیں ظاہر ہیں ہی
پوشیدہ نہیں ہی کہ صاحب سراج اور صاحب جوہرہ نیرہ کے قول سے مواظبت بالاذن
کا بھی سنت مؤکدہ ہونا ثابت[له] ہوتا ہی جیسا کہ مولینا بحر العلوم نے تصریح کی ہے
وایضًا فی الایضاح السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی
وجہ العبادۃ مع الترک فی الجملۃ ھو المنتھی فی حدھا المسطور فی الکتب
وفیہ قصور لان ما واظب علیھا الخلفاء الراشدون ایضًا من السنۃ
الا تری الی ما قالہ صاحب الھدایۃ فی التراویح والاصح انھا سنۃ لانہ

له اور متعزلین کے کلام میں اور اس میں اتنا فرق ہی کہ اور مواظبت کو سنت مؤکدہ سے خاص کرتے
ہیں اور صاحب ردالمحتار خاص نہیں کرتے بلکہ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں میں مواظبت شرط کرتے ہیں اور پھر
دونوں میں فرق یا صلاح کرتے ہیں کہ مؤکدہ شعائر دین میں سے ہی اور زائدہ ایسے نہیں ۱۲ منہ له کیونکہ لکھتے ہیں
کہ مواظبت شامل ہی قولی اور فعلی دونوں کو اور مواظبت قولی بعینہ مواظبت بالاذن ہی یا اُسکا ایک فرد ۱۲ منہ

واظب علیہا الخلفاء الراشدون انتہی اور یہ بات بھی دریافت کر لینا
چاہئے کہ مواظبت عام ہے حکما ہو یا حقیقۃً فی الدر المختار الشرط فی الموکدۃ المواظبۃ
مع ترک ولو حکماً انتہی وفی رد المحتار المراد ایضاً المواظبۃ ولو حکماً لتدخل
التراویح فانہ صلی اللہ علیہ وسلم بیّن العذر فی التخلف عنہا وھی
خوف ان تفرض علینا انتہی وہکذا فی الطحطاوی[1] اور مواظبت اور انکی باذن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باذن خلفا اسی مواظبت حکمی میں داخل ہے از انجملہ
ما قال صاحب تصویر التنویر ویرید بالسنۃ الہدی ھنا فعلاً غیر فرض و
غیر مختص بالنبی فعلہ ھو او الخلفاء الراشدون او امر بہ او قربہا علیہ
قربۃ ولم ینسخ ولا یترک بالاجماع وبغیر المؤکدۃ ما فعلہ مرۃ وترکہ
اخریٰ انتہی از انجملہ ما قال صاحب الفصیحۃ ناقلاً عن المحیط السنۃ سنتان
سنۃ النبی وسنۃ الصحابۃ فسنۃ الرسول علیہ الصلوۃ والسلام ھی الطریقۃ
التی واظب علیہا کرکعتی الفجر وسنۃ الصحابۃ الطریقۃ التی واظبوا علیہا
کالجماعۃ فی التراویح فھی سنۃ عمر فانہ واظب علیہا وتابعہ الصحابۃ انتہی
وفی التاتارخانیۃ السنۃ سنتان سنۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وسنۃ
اصحابہ سنۃ الرسول ھی الطریقۃ التی سلکہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
واظبہا کرکعتی الفجر والاربع قبل الظہر واشباہہا وسنۃ الصحابۃ رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم ھی الطریقۃ التی سلکہا الصحابۃ وواظبوا علیہا کالتراویح فانہا سنۃ

[1] طحطاوی اور تاتارخانیہ میں اگرچہ قید موکدہ کی نہیں نکلی مگر ان دونوں کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں کتابوں
میں سنت موکدہ کی تقسیم اور تعریف ہے کیونکہ تعریف میں مواظبت کو اخذ کیا ہے اور مثال بھی وہی دی کہ باتفاق وہ
سنت موکدہ ہے دو قرینہ با آواز بلند کہہ رہے ہیں کہ یہاں تقسیم اور تعریف سنت موکدہ کی ہے کیونکہ مواظبت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عند الجمہور اور سنت فجر تو باتفاق سنت موکدہ ہے اس شق میں تو لا محالہ کہنا پڑیگا کہ صرف سنت
موکدہ کو بیان کیا ہے رہی شق ثانی ولیکن یہ بھی اسی قرینہ سے سنت موکدہ مراد ہوگی ورنہ عبارت لغو اور مہمل ہو جائیگی
علاوہ اس کے طحطاوی نے سنت صحابہ کی مثال جماعت تراویح بیان کی ہے اور تاتارخانیہ میں اسکی مثال تراویح دی کہ وہ
ان دونوں کے نزدیک سنت موکدہ ہوتا ان دونوں کتابوں میں مصرح ہے ۱۲ منہ

عمر لان عمر واظب علیہا شرح الطحاوی انتہی ازانجملہ مافی خلاصۃ الفتاوی
السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او اصحابہ ازانجملہ
ماقال الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح والسنۃ عند الحنفیۃ ما فعلہ صلی اللہ
علیہ وسلم علی ما تقدم او صحبہ قال فی السراج ما فعلہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم او واحد من اصحابہ امر علیہ السلام باتباعہ بقولہ علیہ السلام
علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی وقولہ علیہ السلام
اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم انتہی ازانجملہ ماقال فی
منح الغفار وہو ہنا انہا الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل
المواظبۃ انتہی ازانجملہ ماقال صاحب المبسوط السنۃ سنتان اخذہا
ہدی وترکہا لا باس بہ کالسنۃ التی لم یواظب علیہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وسنۃ اخذہا ہدی وترکہا ضلالۃ کالاذان
والاقامۃ انتہی ازانجملہ ماقال فی نہر الفائق فی غایۃ البیان ہی ما فی فعلہ
ثواب وفی ترکہ عتاب لا عقاب وایدہ بعض المتاخرین بانہ المعنی المناسب
للمقام انتہی وکذا قال العینی فی تحفۃ السلوک ازانجملہ ماقال صاحب الدر المختار ناقلا
عن الشمنی وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او بفعلہ ولیس بواجب
ولا مستحب انتہی شمنی کی تعریف بھی فعل خلفا کو شامل ہے کیونکہ فعل خلفا ثابت بقول
رسول اللہ ہے اسوجہ سے صاحب در المختار نے تراویح کی نسبت موکدہ ہونیکی دلیل مواظبت
خلفا بیان کی ہے یہانتک وہ تعبیریں بیان ہوئیں جس میں فعل صحابہ کی سنت ہونیکی
تصریح ہے یا مطلق ہیں کسی کے فعل کی تصریح نہیں مگر کسی سے مفہوم نہیں ہوتا کہ فعل صحابہ
سنت نہیں اور سنت موکدہ ہونا مخصوص ہے مواظبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
ازانجملہ ماقال صدر الشریعۃ فی شرح الوقایۃ السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ

علیہ وسلم مع الترک احیانا فان کانت المواظبۃ علی سبیل العبادۃ فسنن الہدی
وان کانت علی سبیل العادۃ فسنن الزوائد انتہی **ازانجملہ** ما قال صاحب البحر
والذی ظہر للعبد الضعیف ان السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم لکن ان کانت لا مع الترک فہی دلیل السنۃ المؤکدۃ وان کانت مع
الترک احیانا فہی دلیل غیر المؤکدۃ وان اقترنت بالانکار علی من لم
یفعلہ فہی دلیل الوجوب انتہی یہی دونوں تعبیریں ہیں جن کی سند سے صاحب امداد
فرماتے ہیں کہ مواظبت خلفا سے کسی فعل کو سنت موکدہ کہنا خلاف ضابطۂ فقہا ہے
مگر میں کہتا ہوں کہ اول تو اکثر تعبیروں کو چھوڑ دینا اور اقل قلیل پر حکم کلیہ کر دینا نہایت
انصاف سے بعید ہے دوسرے اس تعریف کا حال سنئے کہ بوجہ چند اسمیں کلام ہے اوّلاً
اگر تسلیم کیا جائے کہ یہ تعریف فعل صحابہ کو شامل نہیں ہے جب بھی یہ حجت نہیں ہو سکتی
کیونکہ فقہا اور اصولیین نے خود اس تعریف کو ناقص ٹھہرایا ہے چنانچہ ایضاح سے معلوم
ہوا اور اسی تعریف کو صاحب تقریر نے لکھا ہے ولا یخفی عدم شمولہ لجمیع المسنونات
اور اسی تعریف پر شیخ عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں بڑی دھوم دھام سے اعتراض کئے
ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ یہ تعریف مواظبت خلفا کو شامل نہیں ہے حالانکہ
ضرور ہے مواظبت خلفا کو شامل کرنا وعبارتہ ہکذا وفی فتح القدیر ما واظب علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم مع الترک احیانا وفیہ بحث من وجوہ الاول لیس
کلما کان کذلک یکون سنۃ بل لابد ان یکون علی وجہ العبادۃ کما
قیدہ فی ایضاح الاصلاح لیخرج ما کان کذلک علی وجہ العادۃ الی
ان قال الثالث لابد ان یزاد وما واظب علیہا الخلفاء الراشدون
بعدہ لیدخل التراویح اذ قد اطبقوا علی سنتہا لمواظبۃ الخلفاء علیہا
وما فی السراج ہی ما فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام او احد من صحابہ

تعریف لمطلق السنۃ والکلام فی المؤکدۃ انتہی مقام انصاف ہے کہ جب صاحب تقریر نے اس تعریف پر مجملاً نقض کیا اور صاحب ایضاح اور صاحب نہر نے صراحۃً لکھ دیا کہ یہ تعریف ناقص ہے مواظبت خلفا کو شامل نہیں پھر بھی کوئی شخص اس تعریف کو تمسک ٹھہرا کر کہہ سکتا ہے کہ مواظبت خلفا موجب سنیت نہیں ہوتی یہ امر بھی دریافت کرلینا چاہئے کہ صاحب النہر الفائق صاف لکھتا ہے کہ مواظبت خلفا موجب سنت مؤکدہ ہونیکی اس لئے کہ صاحب سراج کی تعریف کو کہتا ہے کہ یہ تعریف مطلق سنت کی ہے اور بحث ہو رہی ہے سنت مؤکدہ کی تعریف میں یعنی فتح القدیر میں تعریف سنت مؤکدہ کی ہے اور اسی تعریف میں مواظبت خلفا کی قید لگانا ضرور ہے تاکہ سنت مؤکدہ کی تعریف جامع ہو جاے اور صاحب سراج نے خاص سنت مؤکدہ کی تعریف نہیں کی بلکہ مطلق سنت کی تعریف کی ہے کہ سنت مؤکدہ اور سنت زائدہ دونوں کو شامل ہے کیونکہ مطلق فعل نبی اور فعل صحابہ کو اخذ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مطلق فعل عام ہے مواظبت سے حاصل کلام یہ ہے کہ صاحب سراج کی تعریف اگرچہ فعل صحابہ کو شامل ہے مگر مانحن فیہ سے خارج ہے کیونکہ ہماری گفتگو خاص سنت مؤکدہ میں ہے اور یہ مطلق سنت کی تعریف ہے ثانیاً اگر تسلیم کیا جاے کہ یہ تعریف صحیح ہے اور کچھ اس میں کلام نہیں تو یہ مسلم نہیں کہ یہ تعریف مطلق سنت کی ہے بلکہ خاص سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے چنانچہ عینی شرح ہدایہ سے مفہوم ہوتا ہے اسلئے کہ شارح موصوف نے فاضل اترازی سے تعریف نقل کر کے اس پر دو اعتراض نقل کئے ہیں اعتراض ثانی کا محصل یہ ہے کہ فاضل مذکور کی تعریف مانع نہیں ہے کیونکہ اس تعریف میں سنت غیر نبی بھی داخل ہوگئی اور یہی اعتراض فاضل اکمل کی تعریف پر کیا ہے وعبارتہ والثانی ان تعریفہ ھذا یدخل فیہ سنۃ غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان سنۃ العمرین لاشک فی فعلھا ثواب وفی ترکھا عقاب لانا امرنا بالاقتداء بھما

لقولہ علیہ السلام اقتدوا باالذین من بعدی الخ فاذا اقتدا انہما ماموربہ یکون واجبا وتارک الواجب یستحق العقاب والعتاب واما تعریف الاکمل فلانہ غیر مانع لتناولہ سنۃ غیر النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور یہی بات امام ابوالیسر کے کلام سے مستنبط ہوتی ہے یہانتک بیان کیا گیا جو کچھ کہ علمانے اس تعریف پر رد و قدح کی ہے اب یہ حقیر کہتا ہے کہ اگر یہ تعریف خاص سنت نبوی قرار دیجائے اور سنت صحابہؓ اس سے خارج رہے تو کچھ قباحت نہیں اور اس امر کو صاحب مدار الفحوی بھی تسلیم کرتے ہیں اور صفحہ ۳ مین تحریر فرماتے ہین اگر مقسم خاص سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو سنت غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خارج از قسمین ہے چنانچہ اسی طرف مشیر ہے یہ کلام صاحب تلویح کا والنفل دون الزوائد لانہا صارت طریقۃ مسلوکۃ فی الدین وسیرۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بخلاف النفل انتہی کیونکہ اگر مقسم عام ہوتا تو سنت غیر نبی بھی سنت زائدہ ہوتی اور اُس کا سیرۃ للنبی ہونا متصور نہین انتہی مگر اس سے یہ بات لازم نہ آویگی کہ کوئی فعل صحابہ سنت مؤکدہ نہو کیونکہ سنت صحابہ سے یہان بحث ہی نہین اور یہ امر کچھ بعید نہین کہ فقہانے خاص سنت نبوی کی تعریف کی ہو اس وجہ سے کہ صحابہ کرام سے بہت قلیل امور ثابت ہونگے کہ وہ حضرت سے ثابت نہون چونکہ اس سنت کا وجود اقل قلیل ہے تو فقہا کا ترک کرنا گنجایش رکھتا ہے اور جنھون نے مواظبت صحابہ کی قید زائد کی ہے اونکی غرض تعریف مطلق سنت ہے اور اگر یہ تعریف عام کیجاوے تو بھی ممکن ہے یعنی اگر کہا جاسے کہ یہ تعریف مواظبت صحابہ کو شامل ہے تو کچھ بعید نہین کیونکہ سنت خلفاے راشدین بمقتضا کلام سید الانام علیہ الصلوۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی اور بفحوای اقتدوا باالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ کی سنت نبوی کے حکم مین ہے چنانچہ قدوۃ المحققین مولوی بشیر الدین صاحب نے غایۃ الکلام کے صفحہ ۱۳۹ مین اذان ثالث جمعہ کو سنت خلیفہ ثالث قرار دیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل حکما ٹھرایا ہے اور اُس کی وجہ اسطرح بیان کی ہے۔ زیرا کہ سنت خلفا در حکم سنت حضرت علیہ الصلوۃ والتحیۃ

[illegible] سنت جو بطور ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...

ہست بموجب منطوق علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین انتہی اور کتب اصول مین بھی یہ امر مصرح ہے مسلم مین ہے قول الصحابی مما یمکن فیہ الرای ملحق بالسنۃ لغیرہ لا لمتلہ الی ان قال وفیما لا یدرک بالرای فعند اصحابنا اتفاقا۔ انتہی) جب یہ امر ٹھہرا کہ اصل مین فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سنت ہے اور طریقہ صحابہ کرام ملحق بالسنۃ ہے تو فقہا نے اس نظر سے فعل صحابہ کی تصریح نہین کی کیونکہ جب شی ثابت ہو گی تو مع اپنے لواحق کے ثابت ہو گی اصل کا بیان کرنا کافی ہے لواحق کا ذکر کچھ ضرور نہین خصوصًا اُس وقت کہ لواحق کا وجود بہت ہی کم پایا جاے اور اون فقہا کے کلام سے تو اس دعوی کی نہایت تصدیق ہوتی ہے جو تعریف سنت مین ظاہرا مواظبت کو خاص کرتے ہین اور تراویح مین مواظبت خلفا کو دلیل سنت قرار دیتے ہین چنانچہ صاحب شرح وقایہ نے تعریف سنت مین مواظبت کو خاص کیا ہے اور بحث تراویح مین لکھا ہے وانما کانت تراویح سنۃ لانہ واظب علیہا الخلفاء الراشدون انتہی اور صاحب جامع الرموز نے بھی ایسا ہی کیا ہے **فائدہ** بعض کتابون مین تراویح کی سنت ہونیکو اصح کہا ہے چنانچہ **منحۃ السلوک** مین ہے والاصح انہا سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین اور **ہدایہ** مین ہے والاصح انہا سنۃ لانہ واظب علیہا الخلفاء الراشدون ظاہرا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقابل اسکا صحیح ہو گر یہ خیال کرنا نچاہیے بلکہ یہان لفظ اصح بمعنی صحیح ہے مقابل صحیح کے نہین اور فقہا تصریح کرتے ہین کہ صحیح اور اصح دونون ایک معنی مین آتے ہین چنانچہ **فضیحہ** مین لکھا ہے فی المضمرات قول الفقہاء وھو الاصح وھو الصحیح وھو المعتمد علیہ الی غیر ذلک من العبارات کلہا بمعنی واحد اور اسی وجہ سے بعض فقہا نے اس لفظ اصح کی جگہ لفظ صحیح لکھا ہے **فی جامع الرموز** التراویح علی الصحیح سنۃ

موکدۃ انتہی و فی **غنیۃ المستملی** وھی سنۃ مؤکدۃ فی الصحیح انتہی و فی **خزانۃ المفتین** التراویح سنۃ مؤکدۃ للرجال والنساء وھو الصحیح انتہی و فی **خزانۃ الفتاوی** التراویح سنۃ ھو الصحیح من المذھب انتہی و فی **العینی** ان التراویح سنۃ لا یجوز ترکھا وقال الشہید ھو الصحیح انتہی و فی **الکافی** التراویح سنۃ فی الصحیح من المذھب انتہی اور اگر اصح کو بمعنی صحیح نہ لینگے تو اصح کہنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ صحیح کا مقابل غلط ہے یا ضعیف اور اصح کا مقابل صحیح ہے اب اصح اپنے معنی مین رہے تو حاصل معنی ان عبارتون کے یہ ہونگے کہ تراویح سنت بھی ہے اور مستحب بھی مگر سنت ہونا اصح ہے حالانکہ اس مقام مین سنت اور مستحب کا اجتماع نہین ہوسکتا ہے اسلیئے کہ مستحب اس مقام پر یا تو قسیم ہے مطلق سنت کا یا خاص سنت مؤکدہ کا اور دو قسیم ایک محل پر جمع نہین ہوسکتے اور ظاہر ہے کہ سنت کے مفہوم مین مواظبت معتبر ہے اور مستحب مین عدم مواظبت پھر یہ دونون متنافیین کیسے جمع ہوسکتے ہین فلله الحمد بعد کما ینبغی اقوال اصولیین اور فقہاے مواظبت صحابہ کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوا۔

ضمیمہ

اس[1] مقام پر بعض صاحب ایک شک کرتے ہین اس کا جواب دینا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ مواظبت خلفاے راشدین کا مفید سنت مؤکدہ ہونا خلاف تحقیق ہے اس وجہ سے کہ اگر فرض کیجئے کہ ایک فعل ایسا ہے کہ اُس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت نہین کی لیکن رغبت دلائی ہے پس وہ فعل لامحالہ مستحب ہوگا اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاے راشدین نے اُس مستحب پر بمقتضاے حدیث احب الاعمال الی اللہ ادومہا و

[1] اس سے مراد مولوی محمد بشیر صاحب القول المنصور ہین یہ ضمیمہ بعد کئی برس کے داخل کتاب کیا گیا ہے۔ وقت تصنیف رسالہ ہذا یہ اعتراض نظر سے نہین گذرا تھا بلکہ القول المنصور تصنیف بھی نہین ہوا تھا ۱۲ منہ

وان فی مواظبت کی پس اگر خلفاے راشدین کی مواظبت سے سنت مؤکدہ ہو جاے تو ہم پوچھتے ہین کہ آیا استحباب باقی رہیگا یا منسوخ ہو جائیگا برتقدیر اول اجتماع متنافیین لازم آتا ہے اور برتقدیر ثانی لازم آے گا نسخ اور حادث دلیل شرعی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور یہ دونون غیر متصور ہین انتہی جواب اسکا بچند وجوہ ہے اول یہ مسلم نہین کہ مطلق رغبت دلانا مفید استحباب ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ بعض ترغیب مفید تاکد او رسنیت ہو ممکن ہے کہ ایک فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب کسی عذر کے نکیا ہو اور رغبت بلیغ دلائی ہو ایسے فعل کے ترک مین اسارت ہونیکی کیا وجہ ہے اور اگر کوئی کہے کہ سنت کی تعریف سے یہ فرد خارج ہے تو اسکے وہی جواب دیے جاوین گے جو پہلے ہم تحریر کر آئے ہین یعنی یا تو تعریف جامع نہ قرار دی جاۓ یا اس کو مواظبت حکمی کہا جاے وغیر ذالک بہرحال ایسی رغبت کے بعد اگر مواظبت خلفاے راشدین ثابت ہو اور اس کو مفید سنیت کہا جاے تو معترض کا نقض وارد نہو گا اور مواظبت خلفا کی طرف اس کی نسبت اسوجہ سے کی گئی کہ وہ رغبت یا اسکی کیفیت ہم تک نہین پہنچی یہ جواب اگرچہ عموما جاری نہو مگر محل متنازع فیہ مین جاری ہوسکتا ہے اور غرض اس سے تصور بیان معترض ہے فافہم دوم یہ کہ معترض صاحب نے ان دونون امر کے غیر متصور ہونے مین توضیح و تلویح کی عبارت سے استدلال کیا ہے حالانکہ انہی کتابون مین خلاف اس کے مصرح ہے اور جو عبارت معترض نے نقل کی ہے اُس پر صاحب تلویح اعتراض کرتے ہین کہ اور ناسخ ہونا اجماع کا ثابت کرتے ہین اور ایک مقام پر قول جمہور کی تاویل کرتے ہین شاید معترض صاحب نے تمام و کمال ملاحظہ نہین فرمایا صرف مطلب کی بات دیکھلی ہے اب ناظرین ملاحظہ فرمائین صاحب تلویح ایک اعتراض کے جواب مین تحریر کرتے ہین۔ وجوابہ ان معنی ان الاجماع حجۃ لیس مبنیا علی دلیلہ ای سندہ بل حجۃ لذاتہ کرامۃ لہذہ الامۃ واستدامۃ لاحکام الشرع انتہی اس کلام سے حدوث دلیل شرعی کا بعد رسول اللہ

ف کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پر رغبت بلیغ دلائی ہے جیسا کہ ناظر احادیث پر پوشیدہ نہین ہے ۱۲ منہ

صلی اللہ علیہ وسلم صاف ظاہر ہے کیونکہ حجیت اجماع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے
اور اُس کو حجیت لذاتہ صاحب توضیح کہتے ہیں اور جواز نسخ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بارے میں صاحب تلویح لکھتے ہیں ذہب فخر الاسلام الی انہ یجوز نسخ الاجماع
بالاجماع وان کان قطعیا حتی لو اجتمع الصحابۃ علی حکم ثم اجمعوا علی خلافہ
جاز والمختار عند الجمہور ہو التفصیل علی ما اشار الیہ المص وہو ان الاجماع
القطعی المتفق علیہ لا یجوز تبدیلہ وہو المراد بما سبق من ان الاجماع
لا ینسخ ولا ینسخ بہ والمختلف فیہ یجوز تبدیلہ کما اذا اجمع القرن الثانی
علی حکم یروی فیہ خلاف من الصحابۃ ثم اجمعوا بانفسہم او اجمع من بعدہم
علی خلافہ فانہ یجوز ان ینتہی مدۃ الحکم الثابت بالاجماع فیوفق اللہ تعالی
اہل الاجماع علی خلافہ وما یقال ان انقطاع الوحی یوجب امتناع النسخ مختصۃ
بما یتوقف علی الوحی والاجماع لیس کذلک انتہی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نسخ بعد رسول اللہ
ممکن ہے اور جو شبہات اس پر بظاہر وارد ہوتے تھے وہ بھی اس کلام سے مرتفع ہو گئے
کما لا یخفی اور معترض صاحب نے جو تلویح کی عبارت نقل کی ہے اُس میں قطع و برید کو کام فرمایا ہے
کیونکہ عبارت اول جو منقول ہے وہ اصل میں اس طرح ہے ای بعد النبی علیہ السلام
لان الاحکام صارت مؤبدۃ لانقطاع الوحی ولا یخفی ان ہذا مختص
بالاحکام المنصوصۃ انتہی جملہ اخیرہ ولا یخفی الخ معترض نے حذف کر دیا جس سے
صاف معترض کا مدعی منقوض تھا اور دوسری عبارت جو منقول ہے والجمہور علی انہ لا نسخ الخ
اُس کے اول تو علامہ نے فخر الاسلام کا قول جواز نسخ میں نقل کیا ہے اور یہی مختار علامہ معلوم ہوتا ہے
اور بعد اُس کے جمہور کے قول پر اعتراض کیا ہے اس طرح لقائل ان یقول لا نسلم ان الاجماع
المخالف للنص خطاء الخ الغرض بعد آنحضرت صلعم مطلقاً نسخ کا غیر متصور ہونا مسلم نہیں بلکہ
خود معترض کے قول کے خلاف ہے کیونکہ اتمام الحجۃ میں معترض صاحب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں

کہ قبول جزیہ اہل کتاب سے حضرت عیسیٰ کے وقت مین منسوخ ہو جائیگا اور ایسے ہی مؤلفۃ القلوب کے حصہ کا منسوخ ہونا معترض نے نقل کیا ہی اور اس سے صاحب کلام مبرور پر نقض کیا ہے۔ سیوم ہم دریافت کرتے ہیں دلیل شرعی سے کیا مراد ہے دلیل مستقل یا غیر مستقل بر تقدیر اول لزوم مسلم نہین اور بر تقدیر ثانی کوئی قبح نہین معترض صاحب بھی اسے تسلیم کرتے ہین چنانچہ اتمام الحجۃ سے ظاہر ہی تابع کی غیر مستقل ہونے کے لئے یہ ضرور نہین کہ متبوع کے ہر فرد کے تابع ہو یا کوئی فرد خاص کسی فرد خاص کے تابع ہو بلکہ مطلق کا اتباع کافی ہی اس کے عدم استقلال اور تابع ہونے کے یہ معنی ہین کہ اگر دلیل متبوع جسے مستقل مانا گیا ہے اس سے اسکا دلیل ہونا ثابت نہوتا تو فی نفسہ یہ دلیل نہ ہوتی فافہم۔

چہارم یہ کہ اصل مین ناسخ فعل خلفاء راشدین نہین بلکہ حدیث[1] علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث وحدیث لرواہ الترمذی واحمد اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر ہی اس جواب پر معترض صاحب کا یہ نقض کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ اجماع اور قیاس کا ناسخ ہونا بھی درست ہو محض بے اصل ہی کیونکہ اول تو اس لزوم مین قباحت بیان کیجئے اجماع کے ناسخ ہونے کا تو کچھ بیان گذرا اور قیاس کے ناسخ نہ ہونے پر بھی کلام کیا گیا ہے چنانچہ شرح مسلم وغیرہ مین مذکور ہی جس کا جی چاہے دیکھ لے دوسرے یہ کہ جو اجماع کے ناسخ ہونے کے منکر ہین وہ یہ بھی کہتے ہین کہ اجماع مخالف کتاب وسنت نہین ہو سکتا پس جب مخالف نہو تو ناسخ ہونیکی کوئی صورت نہین نکلتی اور اگر مخالف ہوگا تو دوسری نص پر مبنی ہوگا کہ وہ بعض کے نزدیک ناسخ نص اولی ہی کما فی کتب الاصول علاوہ اس کے اجماع کے ناسخ نہونیکی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کیونکہ معترض صاحب اتمام الحجۃ مین تحریر کرتے ہین (ہو سکتا ہی کہ نفس الامر مین مثبت قطعیت حکم داعی وسند ہو اور اجماع صرف مظہر قطعیت ہو) جب اجماع صرف مظہر قطعیت ٹھہریگا تو اوس کے ناسخ ہونے مین کیا استحالہ لازم آئیگا اور قیاس کا بھی یہی حال ہی کیونکہ قیاس وہین ہوگا جہان نص نپایا جائیگا پس نص سے

[1] رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی ۱۲

تو مخالفت ہولی نہین سکتی تا کہ ناسخ ہو سکے باقی رہا مخالفت قیاس متقادم سو یہ [illegible]
مین نسخ نہین ہے بلکہ کہتے ہین کہ جب قیاس متاخر کا راجح ہونا ثابت ہوا تو قیاس اول
کا عدم تیقن ہو گیا اور معلوم ہوا کہ اس سے حکم ثابت [illegible] نہ ہوتا تھا تو [illegible]
ہوگا چنانچہ تحقیق وغیرہ مین مصرح ہے [illegible] سنیت فعل صحابہ کرام [illegible]
مقام پر ہے بڑا شبہہ یہ ہے کہ حدیث مذکور [illegible] نہین ہوئی کیونکہ [illegible]
اور امر واسطے وجوب کے آتا ہے یا استحباب کے [illegible] نے نہین لکھا اس واقعہ
اس اعتراض کے جواب مین ہم اسقدر کہتے ہین کہ اگر [illegible] سے مواظبت خلفاے
راشدین کا سنت ہونا ثابت نہین ہوگا تو مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
بھی سنت ہونا ثابت نہوگا اگر کوئی اُسے ثابت کریگا تو انشاء اللہ ہم اسے بھی ثابت
کر دینگے اور جس آیت و حدیث سے مواظبت رسول اللہ کی سنیت پر استدلال کیا گیا ہے
اس سے ثبوت نہین ہو سکتا ہے کیونکہ اول استدلال آیت ما اتاکم الرسول فخذوہ وما
نہاکم عنہ فانتہوا سے ہے اور اس پر وہی اعتراض ہوتا ہے جو ہمارے استدلال پر کیا گیا ہے
یعنی خذوہ صیغہ امر ہے اور امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا استحباب اور غرض اثبات سنیت ہے
وہ ثابت نہ ہوئی علاوہ اس کے اس آیت سے مواظبت فعلی کا تو وجوب و استحباب بھی ثابت نہین
ہوتا کیونکہ ما اتاکم کے معنی ما امرکم ہین فی المسلم المعنی ما امرکم لمقابلۃ ما نہاکم انتہی
دوسرا استدلال آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ سے ہے یہ بھی مخدوش
ہے کیونکہ اس آیت سے وجوب تاسی اور اقتدا سمجھا جاتا ہے نہ سنیت چنانچہ مسلم مین وجوب
تاسی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے اور اسکی فواتح الرحموت مین اُس کی تقریر اس طرح کی ہے
وقد تقرر بان مفاد الآیۃ ان من کان مومنا باللہ والیوم الآخر لہ اسوۃ حسنۃ
وھو یستلزم ان من لیس لہ اسوۃ حسنۃ لیس یومن باللہ والیوم الآخر
فیکون عدم الاسوۃ ملزوما لعدم الایمان فیکون حراما فیکون الاسوۃ

لہ یہ استدلالات ادلۃ السنۃ اور نقول منصوص مین مذکور ہین [illegible]

واجبة الله پر ہی تیسرا استدلال اس حدیث سے ہے من ترک سنتی لم ینل شفاعتی اس سے استدلال کرنا عجیب خوش فہمی ہے کیونکہ ایک معنی تو اس کے یہ ہو سکتے ہیں کہ جس نے طریقہ اسلام کو طریقہ رسول اللہ ہے چھوڑا وہ شفاعت سے محروم ہے اور ظاہر معنی جس میں تکلف کی حاجت نہیں ہے یہی معنی ہیں اگر یہ معنی نہیں جائیں تو آپ کے مدعا سے کیا ربط ہوگا۔ اور اگر سنتی سے مراد افعال رسول اللہ لیے جائیں تو کون سے افعال مراد لیے جائیں گے۔ آیا وہ افعال جنکا عدم ترک ہے جو اور ترک انکا حرام یا مکروہ تحریمی یا وہ افعال جنکا عدم ترک مندوب ہے اور ترک انکا مکروہ تنزیہی اور اگر اول معنی مراد ہیں تو عدم نیل شفاعت کے کیا معنی کیونکہ اس تقدیر پر ترک سنت کے معنی ترک واجبات ہوں گے اور ترک واجب کو غایۃ الامر گناہ کبیرہ کہا جاتا ہے اور مرتکب کبیرہ کے لئے یہ وعید نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت خود فرماتے ہیں شفاعتی لاهل الکبائر پس جب اول معنی صحیح نہ ہوئے تو معنی ثانی بطریق اولیٰ صحیح نہ ہوں گے اور اگر تاویلات کو دخل دیکر معنی درست بھی کیے گئے تو مستدل کے لئے کچھ مفید نہ ہوگا کما لا یخفی علی من له درایة سلیمة۔

فصل دوم در اثبات سنیت نفس تراویح

مخفی نہ رہے کہ نفس تراویح بدلائل علم اصول و باقوال جمہور علماء سے مجمول سنت مؤکدہ ہے **دلیل اول مواظبت صحابہ** واضح ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان یعنی تراویح کے نہایت ترغیب و تحریص دیا کرتے تھے اور تین یا چار شب آپ نے جماعت بھی اسکی صحابہ کے ساتھ پڑھی اور پھر اس خوف سے کہ کہیں فرض ہو جائے ترک فرمایا اور صحابہ سے کہدیا کہ اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو اسواسطے صحابہ کرام اپنے اپنے گھروں میں علیحدہ علیحدہ تراویح پڑھتے رہے پھر حضرت عمرؓ نے سنہ ۱۴ھ چودہ ہجری میں اجتماع کا امر فرمایا صحابہ نے بلا عذر قبول کیا جب سے جماعت پر قرار اور دوام رہا یہ

مضمون احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ میں آیا ہے صحیح مسلم میں ہے عن ابی ھریرۃ قال
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم
فیہ بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ
فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک فی خلافۃ ابی بکر
الصدیق وصدرا من خلافۃ عمرؓ علی ذلک وعن عایشۃؓ ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد ذات لیلۃ فصلی بصلاتہ ناس ثم
صلی من القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ او الرابعۃ فلم
یخرج الیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما اصبح قال قد رایت الذی
صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان یفرض علیکم قال
وذلک فی رمضان انتہی امام نووی نے لکھا ہے قولہ فتوفی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الخ معناہ استمر الامر ھذہ المدۃ علی ان کل واحد یقوم
رمضان فی بیتہ منفردا حتی انقضی صدرا من خلافۃ عمرؓ ثم جمعھم علی
اُبَیّ ابن کعب فصلی بھم جماعۃ واستمر العمل علی فعلھا جماعۃ وقد جاءت
ھذہ الزیادۃ فی صحیح البخاری فی کتاب الصیام انتہی ارشاد الساری شرح
صحیح بخاری میں ہے واذا اجتمع الصحابۃ مع عمرؓ علی ذلک زال عنہ اسم
البدعۃ اور بعد اسکے حضرت عائشہؓ کا قول نقل کرکے لکھا ہے واستدل بہ
علی ان الافضل فی قیام شہر رمضان ان یفعل فی المسجد فی جماعۃ لکونہ
صلی اللہ علیہ وسلم صلی معہ ناس فی تلک اللیالی واقرھم علی ذلک
انما ترکہ لمعنی قد امن بوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو خشیۃ الافتراض

لہ یعنی معنی حدیث اول کے یہ ہیں کہ اس مدت میں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے شروع خلافت حضرت عمرؓ تک یہ حال رہا کہ ہر شخص اپنے گھر میں نماز تراویح تنہا پڑھا کرتا تھا پھر حضرت عمرؓ نے جماعت کا امر فرمایا۔ اور ابی بن کعب صحابی کو امام بنایا بعد ازاں جماعت تراویح کا کرنا مستمر ہوگیا ہمیشہ لوگ کرتے آئے ہیں یہ امام نوویؒ کا حاصل مطلب ہے ۱۲

وبهذا قال الشافعي وجمهور اصحابه وابو حنيفة واحمد وبعض المالكية وقد روی
ابن ابي شيبة فعله عن علي وابن مسعود وابي بن كعب وسويد بن غفلة
وغيرهم وامر به عمر بن الخطابؓ واستمر عليه عمل الصحابة رضي الله عنهم
وسائر المسلمين وصار من الشعائر الظاهرة كصلوٰة العيد انتہیٰ فاضل زرقانی
نے شرح موطا میں کہا ہے وقال ابن عبد البرّ لم يسن عمر الا ما رضيه صلی الله
عليه وسلم ولم يمنعه من المواظبة عليه الا خشية ان يفرض على امته
وكان بالمؤمنين رؤفا رحيما فلما امن ذلك عمر اقامها واحياها سنة اربع عشرة
من الهجرة الى ان قال فابتدع عمر وتابعه الصحابة والناس الى هلم جرا و
اذا اجمع الصحابة على ذلك زال عنه اسم البدعة انتہی ملخصًا محلی شرح موطا
میں ہے ثم جمعهم عمرؓ على ابي بن كعب فصلى بهم جماعة واستمر العمل على فعلها جماعة
انتہی الحاصل بے شائبہ شک و ریب تراویح پر استمرار اور دوام صحابہ کرام کا ثابت ہے
اور جب استمرار و دوام ثابت ہوا تو مقتضائے اصول حنفیہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت
ہوا کیونکہ فصل اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ جس فعل پر صحابہ کرام مواظبت فرمائیں وہ فعل سنت
مؤکدہ ہے **دلیل دوم** جماعت تراویح بقول صحیح سنت مؤکدہ کفایہ ہے اور جب جماعت تراویح
سنت مؤکدہ ہوئی تو نفس تراویح بھی لا محالہ سنت مؤکدہ ہوگی جماعت تراویح کی سنت ہونے
کیلئے کئی دلیلیں ہیں منجملہ ان کے دو یہاں بیان ہوتی ہیں **اوّل** یہ کہ صحیحین میں مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت تراویح کی پڑھی اور بعد تین یا چار شب کے بخوف فرضیت
ترک فرمایا اور باتفاق جماعت تراویح آنحضرت پر فرض نہ تھی بلکہ نفل تھی اور آپ کا عبادت نافلہ
کو بعذر ترک فرمانا مواظبت حکمی ہے وکل نفل واظب علیه النبيؐ ولو حکما فهو سنة

لہ مخفی نہ رہے کہ ظاہر حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نے ترک جماعت سے عذر کیا ہے خاص تراویح کو
صاحب امداد السنۃ نے بھی خاتمۃ الکتاب میں یہی تحریر کیا ہے اور غنیۃ المستملی کا قول بھی اسی کو
ثابت کرتا ہے ۱۲

مؤکد ہے اور اس دلیل کی طرف بعض علما نے اشارہ بھی کیا ہے علامہ حلبی نے غنیۃ المستملی میں جماعت تراویح کی سنیت بیان کرکے لکھا ہے ولہ اھر سندام کون النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بمن اقتدی بہ بعض اللیالی وبین العذر فی ترک المواظبۃ علی ذلک وھو خوف الافتراض (الی ان قال) فقد ثبت انہ علیہ السلام صلاھا بالجماعۃ علی سبیل التداعی ولہ یجرھا مجری سائر النوافل و انما عدم المواظبۃ لذلک العذر انتہی اور دوسری یہ دلیل ہے کہ جماعت تراویح پر باذن حضرت عمرؓ صحابہ کرام نے مواظبت فرمائی کما اخرجہ البخاری وابن حبان بن حدیث عبد الرحمن بن عبد القاری اور اسی جماعت کے بارے میں قسطلانی نے لکھا ہے۔ قد روی ابن ابی شیبۃ فعلہ عن علی وابن مسعود وابی بن کعب وسوید بن غفلۃ وغیرھم وامر بہ عمر بن الخطابؓ واستمر علیہ عمل الصحابۃ رضی اللہ عنھم اور مواظبت صحابہ موجب سنیت ہے جیسا کہ پہلی فصل میں ثابت ہوا اور اسی وجہ سے علمائے محققین جماعت تراویح کے سنت ہونیکی تصریح کرتے ہیں **فی منحۃ السلوک** الجماعۃ فیھا ای فی التراویح سنۃ علی الکفایۃ ھذا عند الجمھور حتی لو ترک اھل المسجد کلھم اساؤا انتہی **وفی مفاتیح الجنان** واما الجماعۃ فیھا فالصحیح انھا سنۃ علی الکفایۃ حتی لو ترکھا اھل المسجد کلھم فقد اساؤا انتہی **وفی النھر الفائق** وسن فی رمضان عشرون رکعۃ بجماعۃ وھو ظاھر فی انھا علی الاعیان وھو قول المرغینانی والصحیح الذی علیہ العامۃ انھا علی الکفایۃ حتی لو ترکھا کل اھل المسجد اثموا انتہی **وفی البحر الرائق** ان الصحیح انھا فی التراویح سنۃ علی الکفایۃ نص فی جوامع الفقہ علی انھا فیھا واجبۃ وھو غریب انتہی **وفی نور الایضاح** وصلوتھا بالجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ **وفی حاشیۃ شیخ الاسلام** علی شرح الوقایہ اعلم انہ لو ترک الجماعۃ

فی التراویح قال بعضہم یکون مسیأ وقال اکثرہم الجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ فان ترک اہل المسجد کلہم الجماعۃ فقد اساؤا انتہی **وفی کمال الدرایۃ** شرح مختصر الوقایہ وفی المحیط التراویح بالجماعۃ سنۃ فمن ترک التراویح بالجماعۃ وصلاہا فی البیت فقد اساء عند بعضہم والصحیح ان اقامتہا بالجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ حتی لو ترک اہل المسجد کلہم اساؤا واثموا انتہی **وفی نہایۃ المصلی** واقامتہا بالجماعۃ سنۃ ایضا علی سبیل الکفایۃ حتی لو ترک اہل المسجد کلہم الجماعۃ وصلوا فی بیوتہم فقد ترکوا السنۃ وقد اساؤا فی ذلک انتہی **وفی منح الغفار** والجماعۃ فیہا سنۃ علی الکفایۃ کما صححہ فی الخانیۃ والمحیط واختارہ فی الہدایۃ وھو قول اکثر المشائخ علی ما فی الذخیرۃ وھو قول الجمہور کما فی بعض المعتبرات حتی لو ترک اہل المسجد کلہم الجماعۃ فقد اساؤا انتہی **وفی الدر المختار** والجماعۃ فیہا سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکہا اہل المسجد اثموا انتہی **وفی الطحطاوی** قولہ سنۃ کفایۃ فی الاصح صححہ صاحب المحیط والغایۃ واختارہ فی الہدایۃ وھو قول اکثر المشائخ رحمہ اللہ تعالی وقال ظاہرہ انہا سنۃ کفایۃ فی کل مسجد والذی فی البحر والنہر حتی لو ترکہا اہل المسجد اثموا بالتعریف اہ انتہی **وفی رد المحتار** افاد ان اصل التراویح سنۃ عین فلو ترکہا واحد کرہ بخلاف صلوتہا بالجماعۃ فانہا سنۃ کفایۃ فلو ترکہا الکل اساؤا الی ان قال والصحیح قول الجمہور انہا سنۃ کفایۃ وتمامہ فی البحر انتہی **وفی الفتاوی البابریۃ** اما جماعت در تراویح سنت علی الکفایہ ہست تا آنکہ اہل مسجد ترک کنند گنہگار باشند انتہی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جماعت تراویح بقول صحیح سنت مؤکدہ ہے جب مقتضائے دلیل بھی ٹھہرا

اور قول جمہور بھی یہی قرار پایا تو جو لوگ قائل استحباب ہیں اُن کا قول قابل سماعت نہیں [illegible]
طرح بعض وجوب کی طرف گئے ہیں [illegible] بعض استحباب کے قائل ہوئے ہیں [illegible]
قول کی تاویل کرکے یوں کہیں [illegible]
محلہ [illegible] یعنی جماعت تراویح مستحب ہے [illegible]
تقدیر پر اس قول کا مآل وہی [illegible]
بعید نہیں بلکہ صحیح بھی [illegible]
محقق اور مبرہن ہوا کہ جماعت تراویح سنت مؤکدہ ہے اور اس سے تراویح [illegible]
اسطرح لازم آجائیگا کہ جماعت [illegible] کما حققہ [illegible]
الاداء والقضاء ونحن نترکہ لغرابة المقام واجتناب الکلام [illegible] جماعت تراویح سنت
ہو اور نماز تراویح مستحب ہو تو اولیٰ وصف کی موصوف پر لازم آئیگی اور یہ باطل ہے [illegible]
یہ کہ حصول جماعت تراویح بدون نفس نماز تراویح کی ممکن نہیں [illegible]
[illegible] الواجب لا بدو واجب اور جماعت تراویح سنت ہے اور اس کی سنیت بغیر تراویح کی تمام
نہیں ہوتی تو لامحالہ تراویح بھی سنت[1] ہوگی اور اسی کی طرف [illegible] یہ قاعدہ مؤید
کا ہے ان لازم الواجب واجب کما قال [illegible] فاضل البہاری فی حاشیة المسلم
اور اس قاعدہ سے فقہاء نے بہت سے مسائل متفرع کیے ہیں چنانچہ دو مسئلے یہاں نقل کرتا ہوں
اول یہ ہے کہ فی شرح الوقایة لما کانت القراءة فی القعدة الاولیٰ واجبة کانت القعدة
الاولی واجبة ایضا لا سنة انتہی یعنی جب پڑھنا قعدہ اولیٰ میں واجب ہوا تو

---

[1] اس واسطے کہ قاعدہ مذکورہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ متمم کا رتبہ متمم سے کم نہیں ہو سکتا پس جب نفس تراویح
جماعت تراویح کی متمم ہے تو اس کا مرتبہ جماعت سے کم نہیں ہو سکتا اگر جماعت سنت مؤکدہ ہے تو تراویح بھی سنت
مؤکدہ ہوگی کیونکہ تراویح کا واجب و فرض ہونا تو کالعدم ہے پس اگر سنت مؤکدہ بھی نہ ہو تو مرتبہ اس کا
مرتبہ جماعت سے کم ہو جائے گا اور بعض فقہا کا یہ قول کہ نماز تراویح کا مستحب اور جماعت کا سنت ہونا
یہ کسی طرح لائق قبول نہیں اس واسطے محققین فقہا نے ہی اس کو رد کیا ہے۔ کما
لا یخفیٰ علی الناظر ۱۲ منہ

قعدہ اولیٰ بھی واجب ہے جو کہ شرح منیہ و مراقی میں ہے وفی الطحطاوی القعود الذی بعد
سجود السہو واجب لا فرض لانہ یرفعہ التشہد لا القعدۃ ومعلوم ان
القعدۃ بعد سجدتی السہو لیس بفرض بل واجبۃ انتہی [illegible] یعنی قعدہ بعد
سجدہ سہو کے واجب ہے فرض نہیں کیونکہ سجدہ سہو سے تشہد جاتا رہا قعدہ نہیں گیا اور
ظاہر ہے کہ تشہد مستلزم قعدہ کو ہے پس قعدہ واجب ہوا دلیل سوم سنیت تراویح
واضح ہو کہ نماز تراویح کا عین تہجد ہونا یا غیر ہونا مختلف فیہ ہے بعض عینیت کے قائل ہیں
اور بعض غیریت کے لیکن ثانی محقق اور مدلل معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ تہجد وہ نماز ہے کہ
بعد سونے کے پڑھی جاوے چنانچہ اس کے معنی اس پر شاہد ہیں شیخ زادہ نے تفسیر
بیضاوی کے حاشیہ میں لکھا ہے والمعروف من کلام العرب ان الہجود عبارۃ عن
النوم باللیل یقال ہجد فلان اذا نام باللیل ثم رأینا فی عرف الشرع انہ
یقال لمن انتبہ باللیل من نومہ وقام الی الصلوۃ انہ متہجد فوجب ان
یقال سمی ذلک متہجدا من حیث انہ القی الہجود عن نفسہ انتہی اور الباہی
نے مجمع البحار نے تفسیر فتوحات الٰہیہ میں لکھتے ہیں اور تفسیر ثمرات یانعہ میں ہے والتہجد
ہو القیام من النوم روی ہذا عن علقمۃ والاسود وعلیہ اکثر المفسرین انتہی
اور امام [illegible] تفسیر میں ازہری سے نقل کرتے ہیں [illegible] فانہ توسط فی
نفسہ [illegible] النظر وقال المعروف فی کلام العرب ان الہاجد ہو النائم
ثم رأینا ان فی عرف الشرع یقال لمن قام من النوم الی الصلوۃ انہ متہجد
فوجب ان یحمل ہذا علی انہ سمی متہجدا لالقائہ الہجود عن نفسہ انتہی
اور علامہ ابو السعود اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں فتہجد بہ ای ازل والق
الہجود ای النوم فان صیغۃ التفعل تجیٔ للازالۃ کالتحرج والتحنث و
التأثم وبتأثرہا انتہی یہ نقول اس امر پر شاہد ہیں کہ تہجد وہ نماز ہے کہ سونے

بعد پھر اُٹھکر پڑھی جاے اور یہی تحقیق علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار مین کی ہی اوسکی
عبارت یہ ہی قال فی البحر فمنہا ما فی صحیح مسلم مرفوعا افضل الصلوة بعد الفریضة
صلوة اللیل وروی الطبرانی مرفوعا لا بد من صلوة بلیل ولو حلب شاة
وما کان بعد صلوة العشاء فهو من اللیل وهذا یفید ان هذه السنة
تحصل بالتنفل بعد صلوة العشاء قبل النوم الخ قلت قد صرح ذلك فی
الحلیة ثم قال فیها بعد کلام ثم غیر خاف ان صلوة اللیل المحثوث علیها
هی التهجد وقد ذکر القاضی حسین من الشافعیة انه فی الاصطلاح التطوع
بعد النوم واید بما فی معجم الطبرانی من حدیث الحجاج بن عمرو رضی
الله عنه قال یحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انه قد تهجد
انما التهجد المرأ یصلی الصلوة بعد رقدة غیر ان فی اسناده ابن
لهیعة وفیه مقال لکن الظاهر رجحان حدیث الطبرانی الاول لانه
تشریع قولی من الشارع صلی الله علیه وسلم بخلاف هذا وبه اشتی ما عن احمد من
قوله قیام اللیل من المغرب الی طلوع الفجر فکون الظاهر ان حدیث الطبرانی
الاول بیان لکون وقته بعد صلوة العشاء حتی لو نام ثم تطوع قبلها لا تحصل السنة
فیکون حدیث الطبرانی الثانی مفسرا للاول وهو اولی من اثبات التعارض والترجیح
لان فیه ترك العمل باحدهما ولانه یکون جاریا علی الاصطلاح ولانه المفهوم
من اطلاق الآیات والاحادیث ولان التهجد ازالة النوم بتکلف مثل تاثم
ای تحفظ عن الاثم نعم صلوة اللیل اعم من التهجد وبه یجاب عما اورد علی قول
الامام احمد هذا ما ظهر لی والله اعلم انتهی جب یہ ثابت ہوا کہ نماز تہجد وہ ہی کہ بعد
سونے کے پڑھی جاتی ہی اور تراویح مین یہ قید نہین تو معلوم ہوا کہ یہ دونون نمازین متغائر ہین
اور تراویح مین اس قید کا نہونا اس وجہ سے ہی کہ حضرت کا اور صحابہ کرام کا اس نماز کو اول شب مین

پڑھنا ثابت ہے چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وقال صمنا مع رسول صلی اللہ علیہ
وسلم فلم یقم بنا حتی بقی سبع من الشہر فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل ثم لم یقم
بنا فی السادسۃ فقام بنا فی الخامسۃ حتی ذھب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ
لو نفلتنا بقیۃ لیلتنا ھذہ قال انہ من قام مع الامام حتی ینصرف کتب اللہ لہ
قیام لیلۃ ثم لم یقم بنا حتی بقی ثلث من الشہر فقام بنا فی الثالثۃ وجمع اھلہ
ونسائہ حتی تخوفنا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور رواہ ابوداؤد
والنسائی وابن ماجۃ واحمد وقال الترمذی ھذا حدیث صحیح اور دوسری
روایت ابوطلحہ سے اسطرح ہے قال سمعت النعمان بن بشیر علی منبر حمص یقول قمنا
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر رمضان لیلۃ ثلث وعشرین
الی ثلث اللیل الاول ثم قمنا معہ لیلۃ خمس وعشرین الی نصف اللیل ثم
قمنا لیلۃ سبع وعشرین حتی ظننا ان لا ندرک الفلاح رواہ النسائی الخ
ان دونوں روایتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول شب میں قیام رمضان
کرنا ثابت ہوا اور صحابہ کا اول شب میں پڑھنا تو مشہور ومعروف ہے صحیح بخاری میں بھی
اس کی روایت موجود ہے اسلئے اُس کی نقل کی حاجت نہیں اگر کسی کو یہ شک ہو کہ
ظاہرا ان روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض شب حضرت نے صبح تک بھی نماز پڑھی۔
اور یہ نماز تو تہجد کے غیر تھی اس سے تہجد کا ترک کرنا باوجود فرض ہونے کے لازم آتا ہے
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس تقدیر پر ہے کہ تہجد کو منسوخ نہ مانا جاوے اور ہمنے تو
آئندہ اُس کی منسوخیت ثابت کی ہے پس ہمپر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا اور اسی طرح
ان فقہا کے قول سے مغایرت ظاہر ہوتی ہے جو نماز تہجد کو مندوبات سے قرار دیتے ہیں اور
تراویح کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں جیسا کہ صاحب تاتارخانیہ اور غنیۃ المستملی وغیرہما کہ یہ صاحب
نماز تہجد کو مستحب اور تراویح کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں اور اسی طرح امام ابن ہمام کے قول سے

مغائرت ثابت ہوتی ہے کیونکہ امام موصوف تراویح کی آٹھ رکعت کو بلا تردد سنت کہتے ہیں
اور تہجد کی سنیت میں متردد ہیں چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں وقد تردد المحقق فی
فتح القدیر فی کونہ سنۃ او مندوبا الخ اگر تراویح و تہجد ایک ہی تھی تو ایک میں
تیقن اور ایک میں تردد کے کیا معنی اور خاتم المحدثین رئیس المفسرین آیۃ من آیات اللہ مولانا
شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہما نے بھی یہی فرمایا ہے اونکا قول یہ ہے

پس وجہ تطبیق درمیان این روایات کہ صریح دلالت بر زیادت کمی وکیفی نماز آنحضرت در
رمضان بر غیر آن می کنند و دران روایت کہ نفی زیادت میکند ہمین ست کہ آن روایت محمول
بر نماز تہجد ست کہ در رمضان وغیر رمضان یکسان بود وغالباً بعدد یازدہ رکعت مع الوتر میرسید
دلیل برین حمل آنست کہ راوی این حدیث کہ ابوسلمہ ست در تتمہ این روایت میگوید کہ
قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر قال
یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کذا رواہ البخاری ومسلم وظاہر ست کہ نوم
قبل از وتر در نماز تہجد متصور میشود نہ در غیر آن و روایات زیادت محمول بر نماز تراویح ست
کہ در عرف آن وقت بقیام رمضان مسمی بود انتہی

پس جب ثابت ہوا کہ نماز تراویح نماز تہجد کی غیر ہے تو ظاہر ہوا کہ یہ نماز نفل بھی کیونکہ بعد نماز عشا تا طلوع صبح صادق ماسوائے تہجد کے کسی کے نزدیک آنحضرت پر اور کوئی نماز فرض نہیں ہوئی تھی اور تحریر سابق سے مواظبت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح پر ثابت ہے اور جس عبادت نافلہ پر حضرت مواظبت فرمائیں وہ سنت مؤکدہ ہوتی ہے پس تراویح سنت مؤکدہ ہوئی اور اگر تراویح کو عین تہجد مانیں اور بقول محقق فرضیت تہجد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ قرار دیں جب بھی ہمارا مدعا ثابت ہے اگرچہ اصولیین حنفیہ کا یہ مسلک نہیں ہے مگر مقتضائے دلیل یہی ہے کہ جس طرح فرضیت تہجد امت سے منسوخ ہو گئی اسی طرح آنحضرت سے منسوخ ہوئی ہاں مگر اور اسی وجہ سے محققین حدیث حضرت عائشہ کے تحت میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث متعلق بہ

کہ فرضیت تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ ہوگئی وہ حدیث یہ ہے سعد بن ہشام
کہتے ہیں فقلت انبئینی عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت الست
تقرأ یا ایہا المزمل قلت بلی قالت فان اللہ عز وجل افترض قیام اللیل فی اول
ہذہ السورۃ فقام نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ حولا وامسک
اللہ خاتمتہا اثنی عشر شہرا فی السماء حتی انزل اللہ فی اخر ہذہ السورۃ
التخفیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ الخ رواہ مسلم اور نووی شارح مسلم
امام مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں وقولہا فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ ہذا
ظاہرہ انہ صار تطوعا فی حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامۃ فاما
الامۃ فہو تطوع فی حقہم بالاجماع واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاختلفوا
فی نسخہ فی حقہ والاصح عندنا نسخہ واما ما حکاہ القاضی عیاض عن بعض
السلف انہ یجب علی الامۃ من قیام اللیل ما یقع علیہ الاسم ولو قدر حلب
شاۃ فغلط ومردود باجماع من قبلہ مع النصوص الصحیحۃ انہ لا واجب الا
الصلوات الخمس انتہی اور مجلی شرح مؤطا میں ہے قد اختلف فی صلوۃ اللیل فذہب
طائفۃ الی انہا فرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ کلام الاصولیین
من الحنفیۃ وبہ قال اکثر الشافعیۃ تمسکا بقولہ تعالی قم اللیل الا قلیلا و
قال طائفۃ بقولہ تعالی ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک وصحح النووی انہ نسخ
عنہ التہجد کما نسخ عن الامۃ ونقلہ الہزالی عن نص الشافعی وقال الاولون
المراد بکونہ نافلۃ الزائدۃ علی ما فرض علی غیرک لک وربما یعطی التقیید الجزوا
ذات لکن فی مسلم وابی داؤد عن عائشۃ ان اللہ افترض قیام اللیل فی اول
ہذہ السورۃ یعنی المزمل فقام صلی اللہ علیہ وسلم حولا وامسک اللہ خاتمتہا
اثنی عشر شہرا فی السماء حتی انزل اللہ تعالی فی اخر ہذہ السورۃ التخفیف

فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ فہذا یقتضی نسخ وجوبہ عنہ انتہی اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے فہذا یقتضی انہ نسخ وجوبہ عنہ انتہی اور فاضل زرقانی نے شرح مؤطا میں کہا ہے ما جاء فی صلوۃ اللیل من افضل نوافل الخیر المستحبۃ المرغب فیہا الی ان قال واختار ابن عبد البر انہ سنۃ المواظبۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وقول قوم انہا واجبۃ علیہ لا وجہ لہ بقولہ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک ای فضیلۃ انتہی اور علامہ شامی نے حاشیہ شامیہ میں بیان صلوۃ اللیل میں ابن ہمام کے قول کا مختصر یوں بیان کیا ہے لکن صریح ما فی مسلم وغیرہ عن عایشۃ انہ کان فریضۃ ثم نسخ ھذا خلاصۃ ما ذکرہ ومفادہ اعتماد السنیۃ فی حقہ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم واظب علیہ بعد نسخ الفریضۃ ولذا قال فی الحلیۃ والاشبہ انہ سنۃ انتہی یہاں سے معلوم ہوا کہ محققین حنفیہ مقر ہیں اس بات کے کہ مقتضا اس حدیث کا یہی ہے کہ فرضیت تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ ہو گئی اور حضرت عبد اللہ بن عباس رض بھی اسکے قائل ہیں امام رازی تفسیر کبیر میں تحریر کرتے ہیں قال ابن عباس ان قیام اللیل کان فریضۃ علی رسول اللہ بقولہ قم اللیل وظاہر الامر للوجوب ثم نسخ واختلفوا فی سبب النسخ علی وجوہ الخ[۵۸] اور یہ بات کسی طرح ثابت نہیں ہوتی کہ امت سے منسوخ ہو جاوے اور آنحضرت پر باقی رہے جو وجوہ علما نے تہجد کے منسوخ ہونے میں نقل کئے ہیں ان میں سے کوئی وجہ ایسی نہیں ہے کہ خصوصیت امت کی سمجھی جاوے انحاصل کسی دلیل سے منسوخ نہونا تہجد کا آنحضرت سے معلوم

[۵۸] اور یہی مذہب والا جاہ صاحب نیل المرام کے کلام سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ نیل المرام میں لکھتے ہیں والاولی القول بنسخ قیام اللیل علی العموم فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حق امتہ ولیس فی قولہ فاقرؤا ما تیسر ما یدل علی بقاء شیء من الوجوب الخ ۱۲ منہ

نہین ہوتا بلکہ آیت وحدیث اور اقوال علماء سے منسوخیت ثابت ہوتی ہی اقوال علماء اور حدیث
کا ذکر تو اوپر گذرا اور آیت قرآنی یہ ہی فتہجد بہ نافلۃ لک اور اگر نافلۃ لک کی معنی
یہ ہوتے کہ فریضۃ زائدۃ علی فرائضک تو چاہیے تھا کہ علیک ہوتا لک نہوتا
چنانچہ امام بغوی لکھتے ہین وذھب قوم الی ان الوجوب صار منسوخا فی حقہ کما فی
حق الامۃ فصارت نافلۃ ھو قول مجاھد وقتادۃ لان اللہ تعالی قال نافلۃ
لک ولم یقل علیک انتہی اب مین باتباع صاحب مداد کہتا ہون کہ اگرچہ نسخ فرضیت
قول جمہور نہو بلکہ قول بعض ہو مگر چونکہ مقتضاے دلیل یہی ہی لہذا ہم اسی کو اختیار کرتے ہین
صاحب مداد العوی نے صفحہ ۴۱ مین لکہا ہے اصل ہشتم یہ ہی کہ معیار مسائل دینیہ اصول شرع
ہین نہ قول اکثر الخ الحاصل تراویح کو عین تہجد کہیے یا غیر سنت ہونا اوسکا بمقتضاے مواظبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوا اس دلیل مین مواظبت صحابہ کو اصلا دخل نہین ہی اگر
بالفرض مواظبت صحابہ موجب سنیت نہو تو بہی تراویح کے سنت ہونے مین کچھ شک نہین

فصل سوم در اثبات سنت بست رکعت تراویح

نفس تراویح کا سنت ہونا تو بدلائل واضحہ مبرہن ہوگیا اب بعونہ تعالی بیس رکعت
کا سنت موکدہ ہونا ثابت کیا جاتا ہے واضح ہو کہ عدد بیس رکعت کا تراویح مین اسلیے سنت
ہی کہ مواظبت نفس صحابہ کرام کی باذن خلفاے راشدین اس عدد پر ثابت ہی اور اجماع صحابہ
اسی عدد پر قرار پایا ہے اور یہی عدد سلف سی خلف تک معمول بہ اور مختار رہا چنانچہ کتب حدیث
و فقہ مین مصرح ہی اور بعض فقہا نے دلیل سنیت اجماع صحابہ قرار دی ہی اور کہا ہی التراویح
سنۃ مؤکدۃ باجماع الصحابۃ اونکی غرض یہی ہی کہ باتفاق صحابہ تراویح پر دوام اور
قرار رہا اور مواظبت صحابہ موجب سنیت ہی جیسا کہ شروع کتاب مین کماحقہ ثابت ہوچکا
اون کی غرض یہ نہین ہی کہ تمام صحابہ نے تراویح کو سنت موکدہ کہا ہی جیسا کہ ہمارے بعض

معلوم کیجیے میں آپ یہاں سوا حادیث صحیحہ اور اقوال علما سے کہ منقول ہوتے ہیں جن کی
وجہ سے دعویٰ کا ثبوت کما ینبغی روشن ہو جائیگا **الاحادیث الصحیحۃ فمنہا** ما فی
مصنف ابن ابی شیبۃ عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس
بالمدینۃ عشرین رکعۃ **و ایضاً** فیہ عن عطاء قال ادرکت الناس
یصلون ثلث وعشرین رکعۃ بالوتر **و ایضاً** فیہ عن ابی البختری انہ کان یصلی
خمس ترویحات فی رمضان باللیل بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث ویقنت
قبل الرکوع **و ایضاً** فیہ عن عمر بن الخطاب امر ان رجلا یصلی بالناس
عشرین رکعۃ **ایضاً** فیہ ان علیا امر رجلا یصلی بہم فی رمضان عشرین رکعۃ
منہا ما رواہ البیہقی فی معرفۃ السنن باسناد صحیح عن عبد الرحمن السلمی
ان علیا دعا القراء فی رمضان فامر رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ وکان علی
یوتر بہم **وعن السائب** بن یزید انہم کانو یقومون علی عہد عمر بعشرین
رکعۃ وفی عہد عثمان وعلی مثلہ **منہا** ما رواہ المالک فی الموطا عن یزید
بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرین
رکعۃ انتہی اِن آثار سے بخوبی واضح ہوا کہ صحابہ کرام کے عہد برکت مہد میں بیس
رکعت تراویح کا معمول تھا اور خلفاے راشدین میں سے حضرت فاروق اور حضرت
علی رضی اللہ عنہما نے اسی کا امر فرمایا پس بموجب فصل اول یہی عدد مسنون ٹھہرا اور اسی کا
تاکد ثابت ہوا وہو المدعی **اقوال الفقہاے والمحدثین** ارشاد الساری
شرح صحیح بخاری میں ایک حدیث نقل کرکے لکھا ہے ولم یذکر فی ھذا الحدیث عدد
الرکعات التی کان یصلی بہا ابی والمعروف وہو الذی علیہ الجمہور انہ عشرون
رکعۃ بعشر تسلیمات وذلک خمس ترویحات کل ترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین
غیر الوتر وہو ثلث رکعات وفی سنن البیہقی باسناد صحیح کما قال ابن العراقی فی

فی شرح التقریب عن ابن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطابؓ
فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ وروی مالک فی الموطا الخ وفی روایۃ
احدی عشر رکعۃ وجمع البیہقی بینہما بانہم کانوا یقومون باحدی عشرۃ
رکعۃ ثم بعشرین واوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع فی زمن عمرؓ
کالاجماع انتہی ابن عبد البر نے شرح موطا میں روایت گیارہ رکعت تراویح کی نقل
کر کے لکھا ہے وروی غیر مالک فی ہذا الحدیث احد وعشرون وھو الصحیح
ولا اعلم احدا قال فیہ احدی عشرۃ الا مالکا ویحتمل ان یکون ذلک
اولا ثم خفف عنہم طول القیام ونقلہم الی احدی وعشرین الا ان الاغلب
عندی ان قولہ احدی عشرۃ وھم انتہی اور محلی شرح موطا میں روایت
یزید بن رومان کے بعد لکھا ہے قال البیہقی والثلث ھو الوتر ولا ینافیہ الروایۃ
السابقۃ احدی عشرۃ رکعۃ فانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی عشرین
فانہ المتوارث انتہی اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں بیس رکعت کی روایت
موطا اور بیہقی سے نقل کر کے لکھا ہے قال النووی فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح وفی
الموطا روایۃ باحدی عشرۃ رکعۃ وجمع بینہما بانہ وقع اولا ثم استقر
الامر علی عشرین فانہ المتوارث انتہی عینی شرح کنز میں ہے ولنا ما رواہ
البیہقی باسناد صحیح کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطابؓ بعشرین رکعۃ
وعلی عہد عثمانؓ وعلیؓ مثلہ فصار اجماعا قال العلامۃ الحلبی فی شرح
منیۃ المصلی ان التراویح عندنا عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات وھو
مذہب الجمہور وعند مالک ستۃ وثلثون رکعۃ احتجاجا بعمل اھل
المدینۃ وللجمہور ما رواہ البیہقی عن السائب بن یزید الحدیث وفی
المغنی عن علیؓ انہ امر رجلا ان یصلی بہم فی رمضان بعشرین رکعۃ

قال وهذا كالاجماع انتهى اور **کفایۃ الشعبی** میں ہے الامام اذا تم التراويح بعشر تسلیمات وقام وشرع في الحادي عشر بين ظن انها عاشر تحريمة فالزيادة فالواجب عليه وعلى القوم ان يفسد وانهم يقضون وجدانا لان الصحابة جمعوا على هذا المقدار فالزيادة عليه محدث وكل محدث بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار انتهى **ارکان اربعہ** میں ہے ومواظبة الصحابة على عشرين قرينة صحة ذلك انتهى **ماثبت بالسنہ** میں ہے والذي استقر عليه الامر واشتهر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو العشرون انتهى۔ **اور ایسا ہی** شیخ نے فتح المنان میں لکھا ہے **کشف الغمہ** میں ہے وكانوا يصلونها في زمان عمر رضي الله عنه ثلاث عشرة ركعة وكان يقرأ بالمئين من الايات حتى كان الناس يعتمدون على العصا من طول القيام وكان امامهم ابي بن كعب وتميم الداري ثم ان عمرؓ امر بفعلها ثلاثا وعشرين ركعة ثلاث منها وتر واستقر الامر على ذلك انتهى **طحطاوی** نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے وانما ثبت العشرون بمواظبة خلفاء الراشدين ما عدا الصديقؓ الى ان قال وروى ابو نعيم من حديث عروة الكندي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ستحدث بعدي اشياء فاحبها الى ان يلتزموا ما احدث عمرؓ انتهى ان روایات سے ظاہر اور ہویدا ہے کہ بیس رکعت تراویح پر عمل صحابہ قرار پایا اور خلفائے ثلاثہ کے عہد برکت مہد میں بھی عدد معمول بہ رہا البتہ حضرت عمرؓ نے اولاً گیارہ رکعت کا امر فرمایا تھا مگر بعد اس کے بیس رکعت کا حکم دیا اور اسی پر صحابہ کو دوام رہا پھر نہ کسی صحابی سے گیارہ پڑھنا منقول ہے اور نہ حضرت عمرؓ کا امر فرمانا اور نہ کسی خلیفہ کا بلکہ حضرت علیؓ نے بھی بیس رکعت کا امر فرمایا چنانچہ روایت ابن ابی شیبہ اور بیہقی سے معلوم ہوا سو یہ بھی بطور تیمور کے

ہی ورنہ ابن عبدالبر گیارہ کی روایت کو منکر نہیں کہتا اُس کے نزدیک زمانۂ خلفائے ثلاثہ میں بیس ہی پڑھی گئیں گیارہ ثابت ہی نہیں یا یہ وہم راوی ہے چنانچہ شرح مؤطا سے قول اوپر نقل کیا گیا اور ہو سکتا ہے کہ بیہقی کے نزدیک بھی اس روایت کا وہم مسلم ہو اور تطبیق دینا اس روایت کا بیس رکعت کی روایت سے مبنی او پر تسلیم عدم وہم ہو اس تقدیر پر ابن عبدالبر کا قول مطابق جمہور ہو جائیگا تحاصل جب صحابۂ کرام کی مواظبت اس عدد پر پائی گئی تو یہ عدد خاص سنت مؤکدہ ہوا باقی رہا یہ امر کہ مواظبت خلفائے راشدین ثابت ہے یا نہیں اُس کا حال یہ ہے کہ روایات مذکورۂ بالا سے مواظبت بنفسہ صراحۃً اگرچہ مفہوم نہیں ہوتی اور نہ عدم مواظبت اس عدد معین پر روایت سے ثابت ہو مگر قرائن میں بنظر انصاف غور کرنے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ وغیرہ اسی عدد پر مواظبت فرماتے ہوں گے کیونکہ جب حضرت کی ترغیب بلیغ اور مواظبت حکمی تراویح پر ثابت ہے تو خلفائے راشدین لامحالہ مواظبت فرماتے ہوں گے اور جب بیس رکعت کا امر فرمانا بعض خلفا کا اور کسی کا اختلاف ثابت نہونا ثابت ہے تو ظاہر ہے کہ جس عدد کا امر فرمایا ہے اُسی پر بنفس نفیس عمل کرتے ہونگے کیونکہ اپنے حکم کے خلاف عمل کرنا نہایت بعید معلوم ہوتا ہے خصوصًا اُس وقت میں کہ تعداد رکعت میں قیاس کو دخل نہو بلکہ سماع پر موقوف ہو اور اگر بسبب کسی عذر و مصلحت کے نکرتے ہوں تو امر آخر ہے اور بالفرض خلفائے راشدین کی مواظبت بنفسہ ثابت نہ سہی مگر مواظبت صحابۂ کرام باذن خلفائے راشدین تو روایات مذکورہ سے ثابت ہے پس اسقدر ہماری ثبوت مدعا کے لئے کافی ہے کیونکہ فصل اول میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ مطلق مواظبت موجب سنیت ہے خواہ مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا خلفائے راشدین اور مواظبت بالاذن ہو یا بنفسہ ہو **تنبیہ** تقریر مذکورہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعت تراویح کا سنت ہونا مواظبت صحابہ سے ثابت ہوا نہ مواظبت رسول اللہؐ سے مگر نظر دقیق اور فکر صائب اس بات کی شاہد ہے کہ اس تقریر سے صرف مواظبت خلفا یا صحابہ ہی ثابت نہیں ہوئی بلکہ

مواظبت رسول اللہ سے ثابت ہوئی گرچہ کسی طرح کی مواظبت ہو یہ قرینہ ہوسکتا ہے اُس حدیث کی صحت کا جو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے جس سے بیس رکعت تراویح رسول اللہ کا پڑھنا ثابت ہے وہ حدیث یہ ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر مگر بیہقی نے اس کی تضعیف کی ہے کیونکہ ایک راوی اُسکا جد ابوبکر بن ابی شیبہ نقادین حدیث کے نزدیک مجروح ہے راقم الحروف کہتا ہے کہ اس روایت کا من حیث الاسناد مجروح ہونا مسلم من حیث الدرایہ یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ صحابہ کا اتفاق اور خلفا کا ارشاد اس بات کا مقتضی ہے کہ مضمون حدیث صحیح ہو اور اُسکی دو وجہیں اول یہ کہ تتبع حالات صحابہ سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام علی الخصوص حضرت عمرؓ کو احداث بدعت میں نہایت احتیاط تھی بلا ضرورت دینی کوئی امر ایجاد نہیں کرتے تھے بلکہ جو کوئی نئی بات اختیار کرتا تو اُس سے بزجر و توبیخ پیش آتے تھے اور اس امر کی تحقیق قدوۃ المحققین مولوی بشیر الدین صاحب نے غایۃ الکلام میں کی ہے میں چند روایتیں بطور شاہد یہاں نقل کرتا ہوں عن ابی بکر ن الصدیقؓ فی جمع المصحف قال قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر ھذا واللہ خیر فلم یزل یراجعنی حتے شرح اللہ صدری لذلک ورایت فی ذلک الذی رای عمر رواہ البخاری وھکذا عن زید بن ثابت وعن علیؓ انہ خرج الی المصلی فرای قوما یصلون فقال ما ھذہ الصلوۃ التی لم نعھدھا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابن محمود الموصلی فی الاختیار واخرج ابن السمعانی فی المعجم ان رجلا یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوۃ العید فنھاہ علیؓ فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان اللہ تعالی لا یعذب علی الصلوۃ فقال علیؓ انی اعلم ان اللہ تعالی لا یثیب علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوتک عبثا والعبث حرام فلعلہ تعالی یحدث بک
لنا القتلہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **واخرج الترمذی** فی جامعہ عن
ابن عبد اللہ المغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم
فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ الحدث
وایضا اخرج الترمذی فی جامعہ عن عمارۃ بن رویبۃ وبشر بن مروان
یخطب فرفع یدیہ فی الدعاء فقال عمارۃ قبح اللہ ھاتین الیدیتین القصیرتین
لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یزید علی ان یقول ھکذا
واشار بمسبحہ یا سبابہ اب مقام غور ہے کہ حضرت عمرؓ جمع قرآن کے لئے فرماین
جو نہایت امر اہم اور ضروری تھا اور صدیق اکبرؓ اُس سے انکار کرین اور فرمائین کہ جو کام
رسول اللہ نے نہین کیا ہم کیسے کرین اور جب زید بن ثابت سے کہا گیا اُنھون نے بھی
انکار کیا اور یہی جواب دیا جیساکہ روایات صحیحہ مین آیا ہے پھر حضرت عمرؓ نے بیس
رکعت تراویح کا امر فرمایا باوجودیکہ یہ کوئی امر اہم اور ضروری نہ تھا مگر کسی نے نہ کہا
کہ ہم کیسے اُس کام کو کرین جسے رسول اللہ نے نہین کیا بلکہ اُن کے امر کو تسلیم کیا
اسی طرح حضرت علی نے اُس نماز سے منع فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ثابت نہ تھی اور عذاب الٰہی سے ڈرایا یعنی یہ جو تو نماز پڑھتا ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہین پڑھی ایسا نہو کہ اللہ تعالے تجھپر عذاب کرے کیونکہ تو وہ
فعل کرتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور یہی حضرت علیؓ ہین کہ بیس رکعت کا
امر فرماتے ہین پھر کیونکر خیال مین آسکتا ہی کہ یہ اکابر بلا ضرورت فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو ترک کرکے ایک نئی بات اختیار کرتے الحاصل اس بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ بیس رکعت
کی سند صحابہ کرام کو پہونچی ہوگی جس سبب سے تمام صحابہ نے اوسکو قبول کیا اور اجماع سکوتی اسپر

پایا گیا کیونکہ کسی صحابہ سے انکار بیس رکعت پر منقول نہین گرچہ وہ روایت ہمکو نہ پہونچی اور جو
پہونچی وہ بسبب ضعف راوی کے کہ وہ راوی قطعًا صحابہ کے وقت مین نہ تھا مرتبہ صحت سے گر گئی
اگر یہی روایت غیر صحیحہ قرن اول مین صحیح ہو تو کچھ بعید نہین عدم صحت اصطلاحی عدم صحت واقعی کو
مستلزم نہین کما ھو مصرح فی الاصول دوسری وجہ یہ ہے کہ تعیین رکعات بغیر سند ہرگز نہین
ہوسکتی اور اس مین رای کو دخل نہین فتح المنان مین ایک نکتہ حلیمی سے بیس رکعت مقرر ہونیکا
نقل کرکے لکھا ہے ولا یذہب علیک ان تقدیر الاعداد من غیر سنۃ من جانب
الشارع لا یجوز بمثل ھذہ النکتۃ التی ذکرہا الحلیمی فالظاہر انہ قد ثبت عندہم
صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما جاء فی حدیث ابن عباس فاختارہ عمر انتہی
یہ مقدمہ بھی صاحب مداد کی مسلمات مین سے ہے چنانچہ امداد السنہ کے صفحہ ۸۴ مین لکھتے ہین کہ
تعیین عدد رکعات تو ان چیزون مین سے ہے کہ قیاس کو اس مین مدخل نہین جس قدر شارع سے ثابت
ہے زیادت اوس کی اس پر روا نہین انتہی اس وجہ سے امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے
امر تراویح مین جو کچھ فرمایا وہ اُن کی ایجاد نہین بلکہ مستند بہ سنت ہے[1] فی رد المحتار ذکر فی الاختیار
ان ابا یوسف سال ابا حنیفۃ عنہا وما فعلہ عمرؓ فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم
یخرجہ عمر من تلقاء نفسہ ولم یکن فیہ مبتدعا ولم یامر بہ الا عن اصل لدیہ وعہد
من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انتہی وھکذا فی البحر الرایق وتعالیق الانوار
وغیرہ الحاصل جب یہ معلوم ہوا کہ بیس رکعت صحابہ کا پڑھنا بغیر سند کے نہ تھا اور زیادت اور
کمی عدد رکعات بدون سند نہین ہوسکتی تو ثابت ہوا کہ مضمون حدیث ابن عباس صحیح ہے

[1] اس عبارت مین گرچہ کوئی عدد مذکور نہین مگر ظاہر ہے کہ تراویح مین جن امر کی نسبت حضرت عمرؓ کیطرف
کی جاتی ہے وہ درحقیقت عدد بیست رکعت ہے کیونکہ ثبوت نفس تراویح روایات صحیحہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے پھر اس مین ابو یوسف رح کا یہ سوال کہ ما فعلہ عمر اور امام صاحب
کا جواب مذکور محض لعب ہے البتہ عدد بیس رکعت کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بظاہر
نہین ہے اس مین یہ سوال
و جواب ہو
سکتا ہے ۱۲
منہ

فہو المقصود اور اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ زیادت اور کمی رکعات کی وجہ تطویل و تخفیف قرأت نہین ہے جیسا کہ بعض لکھتے ہین گو یہ قول بعض معتبرین کا بھی ہے مگر بنظر دلیل قابل اعتبار نہین کیونکہ اس توجیہ کا مآل یہ ٹھہرتا ہے کہ زیادت اور کمی رکعات امر اختیاری تھا جب چاہتے کم کرتے اور جب چاہتے زیادہ کرتے اور اوپر ثابت ہوا کہ زیادت اور کمی رکعات کی بغیر سند کے نہین ہو سکتی پس وہ توجیہ جو بیہقی سے اوپر منقول ہوئی صحیح نہین ہو سکتی البتہ یہ امر ممکن ہے کہ بسبب مشقت اور بلحاظ تکلیف مصلیون کے بعد بڑھجانے رکعات کے صحابہ نے قرأت مین تخفیف کر دی ہو یہ نہین ہو سکتا کہ تخفیف قرأت موجب ہو زیادت رکعات کا بلکہ معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے اور روایت چھتیس کی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے غیر مشہور ہے جیسا کہ فتاوی قاضیخان وغیرہ مین لکھا ہے اور کسی روایت صحیح سے خلفاے راشدین کا چھتیس پڑھنا یا حکم کرنا ثابت نہین ہے بلکہ بعض علما کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ چھتیس رکعت امر قدیم نہ تھا بعد واقعہ حرہ کے یہ عدد واسطے مساوات اہل مکہ کے اہل مدینہ نے ایجاد کیا اور یہی امر لائق اعتبار ہے اس وجہ سے کہ خود مالکیہ جن کے نزدیک یہ عدد مختار ہے اس کی تصریح کرتے ہین فی المنح الوفیۃ لشرح المقدمۃ العزیۃ فی فقہ المالکیۃ وقیام رمضان وہو ثلاث وعشرون رکعۃ بالشفع والوتر ہذا الذی کان علیہ الناس واصل القیام بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدی عشر رکعۃ ہی صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا انہم کانوا یطیلون القراۃ ففی الموطا انہم کانوا یستعملون الخدام بالطعام مخافۃ الفجر ثم خففت القرأۃ وزید فی الرکعات فجعلت ثلاثا وعشرین یقومون دون القیام الاول ثم جعلت بعد وقعۃ الحرۃ بالمدینۃ تسعا وثلثین انتہی ملخصا اور ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین ہے وقد قال المالکیۃ کانت ثلاثا وعشرین ثم جعلت تسعا وثلثین ای بالشفع والوتر فیہا الی ان قال وقد حکی الولی ابن العراقی ان والدہ الحافظ

عدم حکم چھتیس رکعت از خلفاء

لما ولی امامۃ المسجد المدینۃ احیی سنتہم القدیمۃ فی ذلک مع مراعاۃ
ما علیہ الاکثر فکان یصلی التراویح اول اللیل بعشرین رکعۃ علی المعتاد ثم
یقوم آخر اللیل فی المسجد بستۃ عشر رکعۃ فیختم فی شہر رمضان ختمتان واستمر
علی ذلک عمل اہل المدینۃ فہم علیہ الی الآن انتہی بیان سے ثابت ہوا
کہ صدر اول میں تراویح بیس رکعت تھیں چنانچہ لفظ احیی سنتہم القدیمۃ کا اس امر پرصاف
دلالت کرتا ہے باقی رہا یہ امر کہ امام مالک نے چھتیس رکعت یا چالیس رکعت اختیار
کیں اُسکا جواب یہ ہے کہ مسلم نہیں کہ امام موصوف کے نزدیک چھتیس رکعت تراویح
تھیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ تراویح وہی بیس رکعت ہوں اور باقی رکعات نوافل زائدہ
محض واسطے اتباع اہل مدینہ کے پڑھتے ہوں اور اس کو حنفیہ بھی منع نہیں کرتے
فاضل حلبی نے غنیۃ المستملی میں لکھا ہے فان عادۃ اہل مکۃ ان یطوفوا بعد کل
اربع اسبوعا ویصلوا رکعتی الطواف وعادۃ اہل المدینۃ ان یصلی
اربع رکعات وفیہ ایضا وما احتج من عمل اہل المدینۃ لیس بحجۃ لانہم
یصلون فرادی بین کل ترویحتین اربع رکعات فی مقابلۃ طواف اہل مکۃ
اسبوعا بین کل ترویحتین وذلک غیر ممنوع علی ما مر والکلام فیما ہو المشروع
سنۃ بالجماعۃ لا فیما عداہ اھ واللہ اعلم انتہی ما ثبت بالسنۃ میں ہے
وقال مالک ویروی عن الشافعی ایضا انہا ستۃ وثلثون مع الوتر فہو عمل
اہل المدینۃ خاصۃ وقالوا سبب ذلک ان اہل المکۃ یطوفون
بالبیت اسبوعا ویصلون رکعتی الطواف بین کل ترویحتین واہل المدینۃ
لما بعدا ومن ادراک ہذہ الفضیلۃ صلوا بین ذلک اربع رکعات و
یسمونہا السدسۃ عشریۃ واستمر عادتہم علی ذلک الی الآن انتہی اور بعض
نے جو خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے وقت میں بعض سلف کا گیارہ رکعت پڑھنا نقل کیا ہے

سو وہ روایت ضعیف اور مخالف روایت صحیح کے ہے ضعف اُسکا شیخ دہلوی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ ماثبت بالسنۃ مین لکھتے ہین وروی انہ کان بعض السلف فی عہد عمر بن عبد العزیز یصلون باحدی عشرۃ رکعۃ انتہی شیخ کا اس روایت کو بصیغہ تمریض بیان کرنا اور اُس کے بعد یہ کہنا والذی استقر علیہ الامر واشتہر من الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم ہو العشرون انتہی صاف دلالت کرتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور امر قابل اعتبار یہی ہے کہ صحابہ اور تابعین کے وقت مین بیس رکعت پڑھی گئین اور بالفرض اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو ہمارے مدعا کے کچھ مضر نہین ہے ہم بیس رکعت کا سنت ہونا فعل صحابہ سے بلکہ قول و فعل رسول اللہ سے ثابت کر آئے ہین اور یہی حال اُس روایت کا سمجھنا چاہیے جو ابن ابی شیبہ نے داؤد ابن قیس سے روایت کی ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے وقت مین چھتیس رکعت پڑہی جاتی تھین اور ایسا ہی محمد بن نصر نے قیام اللیل مین روایت کی ہے چنانچہ اس روایت کو صاحب مراد السنۃ نے صفحہ ۹ مین نقل کیا ہے الحاصل جب بیس رکعت کا سنت ہونا ثابت ہوگیا تو جن بزرگان دین سے زیادت اور کمی اس عدد سے ہوئی اُس مین حتی الوسع تاویل مناسب کیجائے چونکہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا محقق اور مدلل ہے اسلئے جمہور فقہا اس کی تصریح کرتے ہین اور بعض نے اسکے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور جنہون نے لفظ مؤکدہ کی اس مقام پر تصریح نہین کی ہے اونکی غرض بھی یہی ہے اور یہ امر ان کے کلام متقدم اور متاخر دیکھنے سے اظہر من الشمس ہوتا ہے مگر بنظر تحقیق اور انصاف دیکھا جای اور قطع نظر قرائن عبارت سے بڑا قرینہ یہ ہے کہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا صحیح ہے اور یہی قول محقق ہے پس جب تک کوئی مانع قوی نہو اُن بعض کے کلام کو اسی پر حمل کرنا چاہیے جب جا سکے کہ کوئی قرینہ مانعہ نہو اور کلام سابق ولاحق اس معنی کا معاون اور شاہد ہو اب یہان دو نقشہ لکھے جاتے ہین ایک مین ان چند

کتابون کی عبارت منقول ہے جن مین تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا مصرح ہے یعنی سنت کے ساتھ لفظ موکدہ کی قید زاید کردی ہے اور دوسرے مین وہ عبارتین جنمین سنت ہونے پر اجماع منقول ہے۔

اس نقشہ مین وہ روایتین مسطور ہین جنمین سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا مصرح ہے

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱	در مختار	التراویح سنة مؤكدة۔
۲	تحفة الملوک	التراويح وهي سنة مؤكدة۔
۳	منحة السلوک	والاصح انها سنة مؤكدة۔
۴	منح الغفار	التراويح سنة للرجال والنساء وهي سنة مؤكدة۔
۵	جامع الرموز	وسن التراويح على الصحيح للرجال والنساء سنة مؤكدة۔
۶	غنية المستملی	ومن السنن المؤكدة التراويح ثم قال وهي سنة مؤكدة۔
۷	ملتقى الابحر	التراويح سنة مؤكدة في كل ليلة من رمضان بعد العشاء قبل الوتر وبعده بعشر تسليمات خمس ترويحات
۸	سراج الوہاج	والاصح انها سنة مؤكدة۔
۹	مراقی الفلاح	التراويح سنة وهي مؤكدة۔
۱۰	ماثبت بالسنة	وهي سنة مؤكدة للرجال والنساء
۱۱	خزانة المفتين	التراويح سنة مؤكدة۔
۱۲	فتاوی قاضیخان	التراويح سنة مؤكدة۔
۱۳	خزانة الفتاوی	التراويح سنة هو الصحيح من المذهب الى ان قال وفي الفتاوى سنة مؤكدة۔
۱۴	جوامع الفقه	التراويح سنة مؤكدة۔
۱۵	فتاوی الحجة	التراويح سنة مؤكدة۔

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱۶	احیاء العلوم	التراویح وهی عشرون رکعة وکیفیتها مشهورة وهی سنة مؤکدة
۱۷	صلوٰۃ مسعودی	نماز تراویح سنت مؤکدہ ست
۱۸	مسوی شرح مؤطا	هو سنة مؤکدة عند اهل العلم
۱۹	شرح وقایہ فارسی	بدانکہ تراویح سنت مؤکدہ ست
۲۰	البحر الرائق	التراویح سنة مؤکدة
۲۱	تعالیق الانوار	ایضًا
۲۲	رد المحتار	ایضًا
۲۳	جوہرہ نیرہ	والاصح ان التراویح سنة مؤکدة
۲۴	خزانة الروایات	فی الخانیة التراویح سنة مؤکدة
۲۵	نصیحہ	التراویح سنة مؤکدة من انکر کونها سنة فهو مبتدع ضال غیر ...
۲۶	مصفی شرح مؤطا	این نماز سنت مؤکدہ ست نزدیک علما۔

اس نقشہ میں وہ عبارتیں مسطور ہیں جنمیں تراویح کے سنت ہونے پر اجماع منقول ہے

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱	تعالیق الانوار	وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتها۔
۲	النهر الفائق	وانت خبیر بان ما فی العنایة اولی لان قد حکی غیر واحد الاجماع علی سنیتها وفی مقام آخر قد اطبقوا علی سنیتها المواظبة الخلفاء
۳	البحر الرائق	وفی شرح منیة المصلی وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتها۔
۔	رد المحتار	وفی شرح منیة المصلی وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتها۔

اور اگر کوئی ناحق کوشش کتمان حق چاہے اور یہ لکھے کہ یہاں سنیت سے مراد استحباب ہے

تو ہرگز اس کی گنجایش نہین عبارت سابقہ ان کتابون کی صراحۃً دلالت کرتی ہی کہ سنیت سے مراد سنت مؤکدہ ہونا ہے عبارت سابقہ تعالیق الانوار اس طرح ہی التراویح سنۃ صححہ صاحب الہدایۃ وفی الخلاصۃ اختلف فی کونہا سنۃ والقطع الاختلاف بروایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ رح انہا سنۃ وذکر ان ابا یوسف سأل ابا حنیفۃ عنہا وما فعلہ عمر رض فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم یخرجہ عمر من تلقاء نفسہ ولم یکن مبتدعا ولم یامر بہ الا عن اصل لدیہ وعہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا انتہی دیکھئے سنت تراویح مین اختلاف نقل کرکے یہ کہنا کہ بسبب روایت حسن کے یہ اختلاف اُٹھگیا اور پھر شیخین کا سوال وجواب نقل کرکے جس مین سنت مؤکدہ ہونے کی تصریح ہی یہ لکھنا کہ بہتون نے تراویح کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہی نہایت واضح دلیل ہی اس امر کی کہ سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع مراد ہی اور نہر الفائق کی عبارت دو وجہ سی میرے کلام کے مُصدِّق ہی۔ اول یہ کہ دلیل اجماع مواظبت خلفا بیان کی ہی اور مواظبت خلفا صاحب نہر کے نزدیک موجب سنیت ہی چنانچہ فصل اول مین مذکور ہوا دوسرے یہ کہ قول صاحب عنایہ کی اولویت کی دلیل مین حکایت اجماع علی السنۃ نقل کی اگر سنت سی مراد مستحب لیا جاے تو یہ دلیل صحیح نہوگی کما لا یخفی علی من تامل فی کلامہ وعبارتہ ہکذا وسن فی رمضان عشرون رکعۃ عدل عن قول القدوری ویستحب ان یجتمع الناس فی رمضان فیصلی بہم امامہم خمس ترویحات کل ترویحۃ بتسلیمتین لما ان الاصح انہا سنۃ رواہ الحسن عن الامام کذا فی الہدایۃ قال فی العنایۃ وتبعہ فی البحر وفیہ نظر اذ المحکوم علیہ بالاستحباب انما ہو الاجتماع ولیس فی کلامہ دلالۃ علی ان التراویح مستحبۃ والی ہذا ذہب بعضہم فقال التراویح سنۃ والاجتماع مستحب واجاب فی الحواشی السعدیۃ بانہ لما سکت عن بیان صفۃ التراویح

استقلالاً و ذکر لفظ الاستحباب فالظاہر استحبابہ علی مجموع الصلوۃ و الاجتماع والتسلیمہ بین کل ترویحتین وانت خبیر بان ما فی العنایۃ اولی لانہ حکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا انتہی اور البحر الرائق مین اختیار سے سوال ابی یوسف کا امام اعظم سے اور امام صاحب کا سنت مؤکدہ کہنا نقل کر کے لکھا ہے ولا ینافیہ قول القدوری انہا مستحبۃ کما فہمہ فی الھدایۃ عنہ لانہ انما قال یستحب ان یجتمع الناس وھو یدل علی ان الاجتماع مستحب ولیس فیہ دلالۃ علی ان المراد بہ مستحبۃ کذا فی العنایۃ وفی شرح منیۃ المصلی وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا الخ انتہی اس کلام مین اول حکایت سنیت نقل کرنا اور قدوری کے قول کا محمل استحباب جماعت کا لنا نہ نفس تراویح باواز بلند کہہ رہا ہے کہ اجماع علی السنیۃ سے مراد یہی ہے کہ سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع ہے زیادہ توضیح بے موجب تطویل ہے اہل خبرت بنظر انصاف خود تامل فرمائین اور رد المحتار مین بھی ایسا ہی ہے نقل عبارت کی حاجت نہین اور نووی اور کرمانی اور ابو الطیب نے جو استحباب پر اجماع نقل کیا ہے اونکے کلام کا بھی محمل اجماع علی السنیۃ ہونا چاہئے ورنہ یہ قول لغو اور خلاف واقع ٹھہریگا کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع ہے اور کتب حنفیہ مین سنت مؤکدہ ہونا مذکور ہے پھر اجماع استحباب کے کیا معنی علاوہ اسکے نووی اور کرمانی شافعی ہین اور جمہور شافعیہ کے نزدیک سنت اور مستحب دونون مترادف ہین تو انکا استحباب پر اجماع نقل کرنا ہمارے دعوے کے مخالف نہین ہوسکتا اور امام نووی کے کلام سے تو بخوبی ظاہر ہے کہ اُن کی مراد استحباب سے وہ مرتبہ ہے جسے حنفیہ سنت مؤکدہ کہتے ہین اگرچہ اونکی اصطلاح مین اُس کا نام سنت مؤکدہ نہو کیونکہ اسی تراویح کو لکھتے ہین لانہ من الشعائر الظاہرۃ فاشبہ صلوۃ العید اور اسکے بعد لکھا ہے واجتمعت الامۃ علی ان قیام رمضان لیس بواجب بل ہو مندوب

انتہی پس نووی کا تراویح کو شعائر اسلام مین سی قرار دینا اور مشابہ نماز عید کے کہنا
اور مقابلہ واجب کا ڈالنا نہایت ظاہر قرینے اسباب کے ہین کہ استحباب سی مراد وہی
مرتبہ ہی جسے حنفیہ کی اصطلاح مین سنت مؤکدہ کہتے ہین علاوہ اسکے شرح مسلم کے اور
اور مقامات بھی اسکے شاہد ہین کہ امام موصوف نے استحباب کا اطلاق سنت مؤکدہ
پر کیا ہے چنانچہ شرح مسلم مین سنت فجر کے عنوان مین لکھا ہی باب استحباب رکعتی الفجر
مقام غور ہے کہ سنت فجر کہ باتفاق حنفیہ اور شافعیہ آکد سنن ہے اُسکو امام موصوف نے
مستحب کہا پھر اگر تراویح کو مستحب لکھا کہ سنت فجر سے تاکد مین کم ہی تو کیا بعید ہی اور
باب فضل السنن الراتبۃ مین لکھا ہی قال اصحابنا وجمہور العلماء بہذہ الاحادیث کلہا
واستحبوا جمیع ھذہ النوافل اور نماز چاشت کے بیان مین لکھا ہی باب استحباب
صلوۃ الضحی اور اوسکے بعد ہی وحاصلہا ان الضحی سنۃ متاکدۃ اور باب الاعتکاف
مین ہی وقد اجمع المسلمون علی استحبابہ وانہ لیس بواجب وعلی انہ متاکد ۃ
فی العشر الاواخر من رمضان انتہی اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولانا ابو الطیب نے
باوجود حنفی ہونے کے شرح جامع ترمذی مین تراویح کے مندوب ہونے پر اجماع نقل کیا ہی
پھر اس قول مین اور اجماع علی السنیۃ مین کیونکر توافق ہو سکتا ہی تو اُسکا جواب[1] یہی کہ مندوب
سے مراد مولانا کی سنیت معلوم ہوتی ہے ورنہ کلام خلاف واقع ہوگا جیسا کہ ابھی بیان
کیا گیا اور یہ اُن کے کلام مین اسکا قرینہ بھی پایا جاتا ہی کیونکہ بمقابلہ واجب کے مندوب
کہا ہے چنانچہ عبارت اُسکی یہ ہی اجتمعت الامۃ علی ان قیام رمضان لیس بواجب
بل ھو مندوب انتہی اگر مندوب سے مراد مندوب عرفی ہوتا تو مقابلہ سنت کا اختیار کرتے
اور یون کہتے علی ان قیام رمضان لیس بسنۃ بل ھو مندوب کما لا یخفی علی
ذوی البصائر اور اگر یہ توجیہ نہ کی جائیگی تو سینکڑون علماے امت حامی دین و ملت

[1] یہ تقریر جواب بر تقدیر تسلیم تقریر سائل ہی ورنہ مولانا ابو الطیب کے کلام سے اجماع علی المذہب
ہرگز ثابت نہین ہوتا بلکہ حفظ عدم وجوب پر اجماع ثابت ہوتا ہے فافہم ۱۲ منہ

محمدیہ امت سے خارج ہو جاینگے اور مولانا ابو الطیب کا سنت پر مندوب کا اطلاق کرنا بھی
خرق اصطلاح اور مخالف حنفیہ نہیں ہے کیونکہ اطلاق مندوب اور مستحب کا مطلق سنت
پر اور سنت مؤکدہ پر حنفیہ کے نزدیک آتا ہے چنانچہ طحطاوی میں ہے المندوب بمعنی الاعم
للسنة والمستحب انتہی اور طحطاوی کے کتاب النکاح میں ہے وکثیرا ما یتساہل
فی اطلاق المستحب علی السنة انتہی اور رد المحتار حاشیہ درمختار میں ہے وحاصلہ تجویز
اطلاق اسم المستحب علی السنة وعکسه وبهذا اطلق اسم المستحب علی
الغسل ثم قیس فیه الغسل الخ اور کتاب النکاح میں ہے قوله سنة مؤکدة وهو
محمل القول بالاستحباب وکثیرا ما یتساهل فی اطلاق اسم المستحب علی السنة اھ
اور اگر کوئی شخص کہے کہ جس طرح استحباب پر اجماع غلط ہے ویسا ہی سنیت پر اتفاق باطل
ہے کیونکہ بعض استحباب کے بھی قائل ہیں چنانچہ ماثبت بالسنة وغیرہ میں مذکور ہے تو اس کا
جواب یہ ہو کہ قبل شہرت روایت اسد بن عمرو اور حسن بن زیاد کے بعض استحباب کی طرف
گئے تھے مگر بعد ان کی روایت کے یہ اختلاف منقطع ہو گیا چنانچہ کتب فقہ میں بسط سے
بحر الرائق میں ہے وذکر فی الخلاصة ان المشایخ اختلفوا فی کونها سنة [illegible]
الاختلاف بروایة الحسن انها سنة انتہی اور تعلیق الانوار میں بھی ایسا ہی ہے
اور عبارت اسکی اوپر گذری اور ماثبت بالسنة میں ہے اعلم انه قد اختلف العلماء
فی التراویح تسمی سنة فقال بعضهم لا هی من النوافل وتسمی مستحبة وقال
بعضهم سنة وهو الاصح وهی سنة مؤکدة للرجال والنساء لتوارثها [illegible]
عن السلف وانقطع الخلاف بروایة الحسن عن ابی حنیفة انها سنة لا ینبغی
ترکها انتہی اور ایسا ہی طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے ماحصل یہ ہے کہ
تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا بدلائل متعددہ ثابت ہے کسی اہل مذہب کو [illegible]
کی سنت مؤکدہ ہونے سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ قطع نظر سوا اثبات صحابہ کرام [illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت کی تراویح پر پائی جاتی ہے یعنی اگرچہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی راتیں پڑھ کر ترک کر دی اور پھر تا عمر نہیں پڑھی مگر یہ
ترک کرنا بسبب خشیت کے تھا اور پھر صحابہ کی مواظبت سے ثابت کر گئے ہیں کہ ایسا ترک کرنا
مواظبت میں داخل ہے باقی رہا بیس رکعت کا سنت موکدہ ہونا فعل صحابہ اور خلفا سے
تو ثابت ہی ہے اس میں تو کسی کو کلام نہیں اور اگر انصاف اور غور کیا جاوے تو اسکا ثبوت
درایۃ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اگرچہ روایۃ ثبوت میں گفتگو ہو صحابہ کا بلا
انکار اس عدد کو قبول کر لینا اور اس پر عمل کرنا نہایت قوی دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت
سے بیس رکعت کا ثبوت قولی یا فعلی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا پس جب بیس رکعت کا
ثبوت بطور درایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا اور صحابۂ کرام کی مواظبت
اس عدد پر پائی گئی تو بلا شک اس عدد کا سنت موکدہ ہونا ثابت ہوا اب اگر کوئی
شخص بیس رکعت تراویح نہ پڑھے یا اسکے سنت ہونیکا اعتقاد نہ رکھے وہ بلا شبہ بدعتی اور
گنہگار ہے اہل اسلام کو اس میں نہایت احتیاط چاہیے جہانتک ہو سکے اسکے جاری
اور قائم رکھنے میں سعی کرتے رہیں یہ فعل شعائر اسلام میں سے ہے جیسے جمعہ کی نماز یا اذان
ایسے امور کے ترک میں قتل کا حکم ہے یہ وہ سنت ہے کہ مشرق سے لیکر مغرب تک تمام اہل
سنت کا معمول بہ اور مختار رہا ہے اور سلف سے خلف تک تمام اکابر دین اسکو مانتے چلے آئے
ہیں ایسے فعل کو ترک کرنا اور مخالف عمل میں لانا غیر سبیل مومنین کی اتباع کرنا ہے و
من یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا اب
میں اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں اور ناظرین با تمکین کی خدمت میں عرض رسا ہوں کہ اس رسالہ
کو نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں اگر از راہ بشریت کہیں سہو لغزشیں پائیں اصلاح دیں یا مغتفر رکھیں از راہ کرم چشم
پوشی کریں رد و کد میں مبادرت نہ کریں خدا شاہد حال ہے وکفی باللہ شہیدا مجھے اس رسالہ کی تحریر سے
کسی کا رد یا ہجو ملحوظ بالذات نہیں ہے بلکہ محض اظہار حق ہے اور سنت قدیمہ کا جاری اور قائم کرنا منظور ہے

واللہ الموفق والمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

فہرست مضامین رسالہ غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح